شریعت میں اسنادِ عالی و نازل کی اہمیت اور ضرورت

مولانا سرفراز خان کوہاٹی

متخصص فی علوم الحدیث النبوی الشریف

جامعہ فاروقیہ کراچی پاکستان

نمبر شمار	ذیلی عنوانات
۱	تعارف
۲	طلب علو اسناد احادیثِ نبویہ کی روشنی میں
۳	علو اسناد کی اہمیت صحابہؓ کی طرز عمل سے
۴	سند نازل کے ساتھ حدیث سننے کے باوجود سند عالی کی طلب
5	اقوال السلف اور علو اسناد
۶	سند نازل کو سند عالی پر بعض وجوہات سے ترجیح
۷	سند عالی کے امکان حصول کے باوجود سند نازل پر اکتفاء کرنا
۸	سند نازل کو بغیر کسی قرینے کے ترجیح دینے کی غلط فہمی کا ازالہ
۹	حوالہ جات

تعارف:

اسناد اس امت کی ان خصوصیات میں سے ہے جن سے اللہ تعالی نے اس امت کو شرافت بخشی، یہ خصوصیت اللہ تعالی نے پچھلی امتوں میں سے کسی کو نہیں بخشی کہ وہ اپنی نبی کی کوئی بات متصل سند کے ساتھ نقل کریں۔

مشہور محدث اور مجاہد عبداللہ بن مبارک -رحمہ اللہ تعالی- کا ارشاد ہے۔

الإسناد من الدين، ولو لا الإسناد لقال من شاء ما شاء (۱).

اسناد دین کا حصہ ہے اگر اسناد ضروری نہ ہوتو کوئی بھی شخص کوئی بات دین کے نام پر کہہ سکتا۔

ابن مبارک -رحمہ اللہ تعالی- کا مذکورہ قول امام المحدثین امام بخاری -رحمہ اللہ تعالی- کے ہم عصر امام مسلم -رحمہ اللہ تعالی- نے حدیث کی اپنی مشہور کتاب "الجامع الصحیح" کے مقدمہ میں ذکر کیا ہے۔ اسناد کا سخت گیر موقف مقرر کرنے کی وجہ سے ہر نااہل دین کی بات نقل کرنے اور کہنے سے رک گیا۔

حضرت عبداللہ بن مبارک -رحمہ اللہ تعالی- سے یہ بھی منقول ہے:

مثل الذی یطلب أمر دینه بلا إسناد کمثل الذی یرتقی السطح بلا سلم (۲).

ترجمہ: اس آدمی کی مثال جو دین کی کوئی بات سند کے بغیر لینا چاہتا ہے اس شخص کی طرح ہے جو بغیر سیڑھی کے چھت پر چڑھنا چاہے، (جیسے آدمی بغیر سیڑھی کے چھت پر نہیں چڑھ سکتا اسی طرح بغیر اسناد کے بات کہنے والے کی رسائی صحیح

دین تک نہیں ہو سکتی)۔

وقال سفیان الثوری: "الإسناد سلاح المؤمن؛ فإن لم یکن معه سلاح، فبأی شیء یقاتل"(۳).

ترجمہ: سفیان الثوری- رحمہ اللہ تعالی- نے فرمایا کہ اسناد مؤمن کا ہتھیار ہے جب اس کے پاس ہتھیار ہی نہ ہو تو کس چیز سے وہ لڑے گا۔

گویا کہ اسناد کے بغیر احادیث نبویہ بیان کرنا ایسا ہے جیسا کہ بغیر ہتھیار کے لڑنا۔

احادیث کی صحت وسقم کا دارومدار سند پر ہے، جس میں اسناد عالی کا بہت بڑا مقام ہے، کیونکہ سند عالی اکثر خلل اور خطا سے محفوظ ہوتی ہے۔

طلب علو اسناد احادیث نبویہ کی روشنی میں:

مشہور شارح مشکاۃ ملا علی قاری حنفی التوفی ۱۰۱۴ھ- رحمہ اللہ تعالی- نے "شرح شرح نخبة الفکر" میں لکھا ہے:

تو جان لے کہ اصل اسناد اس امت کے خصائص میں سے ایک بڑی خصوصیت ہے، سنت مؤکدہ میں سے ہے بلکہ فرض کفایہ میں سے ہے، .... اور اس میں طلب علو امر مطلوب ہے، اور شان مرغوب ہے۔

امام احمد بن حنبل التوفی ۲۴۱ھ- رحمہ اللہ تعالی- نے فرمایا کہ طلب علو اسناد سلف صالحین کی سنت ہے(۴)۔

حاکم ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ نیشاپوری التوفی ۴۰۵ھ- رحمہ اللہ تعالی- نے اپنی سند کے ساتھ حدیث نقل کی ہیں جس سے وہ طلب علو اسناد پر استدلال فرماتے ہیں، حدیث یہ ہے:

حدثنا أبو العباس محمد بن یعقوب، حدثنا محمد بن إسحاق الصغانی، حدثنا أبو النضر، حدثنا سلیمان بن المغیرة، عن ثابت، عن أنس، قال:

کنا نهینا أن نسأل رسول الله - ﷺ - عن شیء، فکان یعجبنا أن یأتیه الرجل من أهل البادیة، فیسأله، ونحن نسمع، فأتاه رجل منهم، فقال: یا محمد! أتانا رسولک فزعم أنک تزعم أن الله أرسلک، قال: صدق، قال: فمن خلق السماء؟ قال: الله، قال: فمن خلق الأرض؟ قال: الله، قال: فمن نصب هذه الجبال؟ قال: الله، قال: فمن جعل فیها هذه المنافع؟ قال: الله.

قال: فبالذی خلق السماء والأرض، ونصب الجبال، وجعل فیها هذه المنافع، الله أرسلک؟ قال: نعم، قال: وزعم رسولک أن علینا خمس صلوات فی یومنا ولیلتنا، قال: صدق، قال: فبالذی أرسلک! الله أمرک بهذا؟، قال: نعم، قال: وزعم رسولک أن علینا صدقة فی أموالنا، قال: صدق، قال: فبالذی أرسلک! الله أمرک بهذا؟، قال: نعم.

قال: وزعم رسولک أن علینا صوم شهر فی سنتنا، قال: صدق، قال: فبالذی أرسلک! الله أمرک بهذا؟ قال: نعم، قال: وزعم رسولک أن علینا حج البیت من استطاع إلیه سبیلاً، قال: صدق، قال: فبالذی أرسلک! الله أمرک بهذا؟، قال: نعم، قال: والذی بعثک بالحق! لا أزید علیهن ولا أنقص منهن، فلما مضے، قال: نعم، لئن صدق لیدخلن الجنة.

قال: أبو عبد الله: وهذا حدیث مخرج فی المسند الصحیح لمسلم، وفیه دلیل علے إجازة طلب المرء العلو من الإسناد، وترک الاقتصار علے النزول فیه، وإن کان سماعه عن الثقة؛ إذ البدوی لما جاءه رسول رسول الله ﷺ فأخبره بما فرض الله علیهم، لم یقنعه ذلک، حتے رحل بنفسه إلے رسول الله ﷺ، وسمع منه ما بلّغه الرسول عنه، ولو کان طلب العلو فی الإسناد غیر مستحب لأنکر علیه المصطفے ﷺ إیاه عما أخبره رسوله عنه، ولأمره بالاقتصار علے ما أخبره الرسول عنه (۵).

ترجمہ: یہ ضمام بن ثعلبہ کا واقعہ ہے، کہ ان کے پاس رسول اللہ ﷺ - کے قاصد نے آکر دین کے اہم امور کی خبر دے دی، حالانکہ یہ قاصد صحابی رسول تھے، اور صحابی کے ثقہ اور سچا ہونے میں شک وشبہ نہیں، لیکن انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے قاصد کی خبر پر اکتفاء نہ کیا بلکہ خود رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں براہ راست سننے (جو علو اسناد میں ہوتا ہے) کے لئے حاضر ہوئے۔

حاکم نیشاپوری - رحمہ اللہ تعالی - نے فرمایا کہ اگر طلب علو اسناد مستحب نہ ہوتی تو رسول اللہ ﷺ اس پر انکار فرماتے اور قاصد کی خبر پر اکتفاء کرنے کا حکم دیتے، (حالانکہ ایسا نہیں ہوا) تو معلوم ہوا کہ طلب علو اسناد مستحب چیز ہے۔

حافظ محمد بن عبد الرحمٰن السخاوی التوفی ۹۰۲ھ - رحمہ اللہ تعالی - نے حاکم نیشاپوری کا یہ کلام ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے:

"إنما یتم الاستدلال بذلک علے اختیار البخاری فی أن قول ضمام: آمنت بما جئت به، إخبار، وهو الذی رجحه عیاض" (٦).

ترجمہ: حاکم نیشاپوری - رحمہ اللہ تعالی - نے مذکورہ حدیث سے طلب علو اسناد کا جو استدلال کیا ہے، ان کا یہ استدلال تب صحیح ہوگا جب امام بخاری - رحمہ اللہ تعالی - کی رائے کے مطابق ضمام بن ثعلبہ کا یہ قول: "آمنت بما جئت به" اخبار ہو کہ میں قاصد کے بتائے ہوئے امور پر ایمان لا چکا ہوں، اس کی اطلاع دے رہے تھے، اور مزید استقامت کے لئے بتا رہے تھے، اسی وجہ سے علامہ سخاوی - رحمہ اللہ تعالی - نے لکھا ہے کہ ضمام بن ثعلبہ اسلام لانے کے بعد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں مزید استقامت کے لئے حاضر ہوئے تھے۔

موصوف کے کلام کا مطلب یہ ہے کہ اس میں اس بات کی تعیین نہیں ہے کہ ضمام بن ثعلبہ اسلام لانے کے لئے ہی حاضر ہوئے تھے یا مزید استقامت کے لئے حاضر ہوئے تھے جس سے علو اسناد کا اندازہ لگایا جائے۔

حافظ سخاوی - رحمہ اللہ تعالی - نے "فتح المغیث بشرح ألفیة الحدیث" میں مزید چند احادیث نبویہ سے علو اسناد پر

استدلال کیا ہے، چنانچہ موصوف لکھتے ہیں۔

قد استدل لہ بقول النبی ﷺ لتمیم الداری لما رواہ فی بعض طرق حدیثہ فی الجساسة: یا تمیم! حدث الناس بما حدثتنی، وبقولہ أیضاً: "خیر الناس قرنی" الحدیث؛ فإن العلو یقربہ من القرون الفاضلة(۷).

ترجمہ: حضرت تمیم داری -رضی اللہ عنہ- نے جساسہ اور دجال کو اپنی آنکھوں سے دیکھا اس کے ساتھ بات چیت ہوئی، واپسی پرانہوں نے پورا واقعہ رسول اللہ ﷺ کو سنایا، بعض روایات میں آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خود یہ واقعہ حضرات صحابہ کرام کو سنایا، لیکن علامہ سخاوی -رحمہ اللہ تعالی- نے جس طریق سے حدیث ذکر کی ہے اس میں اس بات کی تصریح ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے حضرت تمیم داری -رضی اللہ عنہ- سے فرمایا کہ آپ نے جو واقعہ مجھے سنایا یہ واقعہ لوگوں کو بھی سنادیں۔

چونکہ اس واقعہ کو تمیم داری -رضی اللہ عنہ- نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا اور جناب نبی کریم ﷺ نے خود اس کا مشاہدہ نہیں کیا تھا، اس لئے یہاں علو اسناد کی صورت یہ ہوگی کہ لوگ حضرت تمیم داری -رضی اللہ عنہ- سے سن لیں۔

علامہ سخاوی -رحمہ اللہ تعالی- نے دوسری حدیث "خیر الناس قرنی" سے علو اسناد پر استدلال کیا ہے، حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بہترین لوگ میرے قرن کے لوگ ہیں، علو اسناد آدمی کو قرون فاضلہ کے قریب کرتا ہے، کیونکہ حافظ سخاوی -رحمہ اللہ تعالی- آگے لکھتے ہیں۔

وقد قال بعضهم: من أدرک إسناداً عالیاً فی الصغر رجا عند الشیخوخة والکبر أن یکون من قرن أفضل من الذی هو فیه، والذی بعده ویلیه ویشیر إلیه قول محمد بن أسلم الطوسی: قرب الإسناد قرب أو قال: قربة إلی الله عز وجل؛ فإن القرب من الرسول بلا شک قرب إلی الله (۸).

علو سند کی وجہ سے آدمی قرون فاضلہ کے قریب ہوتا ہے، بقول بعض حضرات کے کہ جو شخص بچپن میں علو سند حاصل کرلے، بڑھاپے میں وہ اپنے قرن اور اس کے بعد اور قریب کے قرون سے افضل قرن میں اس کا شمار ہوگا۔

محمد بن اسلم الطوسی کے اس قول میں بھی یہ اشارہ ہے کہ قرب اسناد قرب باری تعالی ہے؛ کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی قربت حاصل کرنا اللہ تعالی کی قربت حاصل کرنا ہے اور رسول اللہ ﷺ کی قربت علو سند کے ذریعے سے حاصل ہوتی ہے۔

حافظ سخاوی -رحمہ اللہ تعالی- مزید لکھتے ہیں:

ویمکن الاستدلال للعلو أیضاً بأنه ﷺ لما أخبره عبد الله بن زید عن رؤیته فی المنام الأذان، وأعلمه بألفاظه و کیفیته، قال له: ألقه علی بلال، ولم یلقه ﷺ علیه بنفسه (۹).

علو اسناد کا استدلال اس واقعہ سے بھی ہوسکتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن زید -رضی اللہ عنہ- کو خواب میں فرشتے نے اذان کے کلمات سکھائے، انہوں نے وہ کلمات یاد کرلئے، صبح رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوکر خواب کا سارا واقعہ عرض کیا، اور

اذان کے کلمات سنا دیئے، اور کیفیت بھی بتادی، جب ظہر کی نماز کے لئے اذان دینے کا وقت آیا، تو رسول اللہ ﷺ نے خود حضرت بلال-رضی اللہ عنہ-کو وہ کلمات نہیں سکھائے بلکہ حضرت عبداللہ بن زید-رضی اللہ عنہ- سے (جو خواب دیکھنے والے ہیں) فرمایا: کہ اذان کے کلمات ان کو سنادیں۔

حضور اقدس ﷺ کا خود اذان کے کلمات بتانا اور عبداللہ بن زید-رضی اللہ عنہ-کو حکم دینا اس سے علو اسناد کی اہمیت معلوم ہوتی ہے۔

مزید لکھتے ہیں:

ويقول ابن عباس حين سمع عن عائشة بعض الأحاديث: " لو كنت أدخل عليها لدخلت؛ حتى تشافهني به"(١٠).

علو اسناد پر حضرت ابن عباس-رضی اللہ عنہما- کے اس قول سے بھی استدلال کیا جاسکتا ہے جبکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کسی صحابی کے واسطے سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی احادیث مبارکہ سنی تھی، تو انہوں نے فرمایا: کہ اگر مجھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آنا ہوتا، تو ضرور ان کی خدمت میں حاضر ہوتا تاکہ ان سے وہ احادیث مبارکہ بالمشافہ سن لیتا، چونکہ میں ان کے پاس آ نہیں سکتا، اس لئے براہ راست سننے کا موقع نہیں ملا۔

اس میں حضرت ابن عباس-رضی اللہ عنہما- نے علو اسناد کی تمنا ظاہر کی ہے! کسی مصلحت کی وجہ سے وہ حضرت عائشہ صدیقہ -رضی اللہ عنہا- کے پاس نہ آسکے۔

علو اسناد کی اہمیت حضرت صحابہ کرام کے طرز عمل سے:

گذشتہ احادیث میں حضور ﷺ کے طرز عمل سے علو اسناد کی اہمیت معلوم ہوئی، بے شمار صحابہ کرام-رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اسناد عالی کی طلب میں دور دراز کے اسفار کئے، تکالیف اٹھائیں، پریشانیاں، صعوبتیں اور مصیبتیں برداشت کیں، نمونے کے طور پر چند واقعات کا ذکر کیا جاتا ہے۔

علامہ الشیخ طاہر الجزائری الدمشقی المتوفی ١٣٣٨ھ-رحمہ اللہ تعالی- نے "توجيه النظر إلى أصول الأثر" میں حضرت جابر بن عبداللہ-رضی اللہ عنہ-کا واقعہ نقل کیا ہے، موصوف لکھتے ہیں۔

والأصل في الرحلة ما روى عن جابر بن عبد الله أنه قال: بلغني حديث عن رسول الله ﷺ لم أسمعه، فابتعت بعيراً، فشددت عليه رحلي، وسرت شهراً حتى قدمت الشام، فأتيت عبد الله بن أنيس، فقلت للبواب: قل له: جابر على الباب، فأتاه فقال له: جابر بن عبد الله ؟ فأتاني، فقال لي: فقلت: نعم، فرجع فأخبره فقام يطأ ثوبه حتى لقيني، فاعتنقني، واعتنقه، فقلت: حديث بلغني عنك سمعته من رسول الله ﷺ في

القصاص، ولم أسمعه، فخشيت أن تموت أو أموت قبل أن أسمعه، فقال: سمعت رسول الله ﷺ يقول: فذكر الحديث (۱۱).

الشیخ طاہر الجزائری الدمشقی - رحمہ اللہ تعالی - فرماتے ہیں کہ جابر - رضی اللہ عنہ - کا یہ واقعہ علو اسناد کے لئے بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن انیس - رضی اللہ عنہ - نے قصاص کے متعلق کوئی حدیث جناب نبی کریم ﷺ سے سنی تھی، جس کو حضرت جابر بن عبداللہ - رضی اللہ عنہ - نے آنحضرت ﷺ سے نہیں سنا تھا، ان کو کسی نے یہ حدیث حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہوئے سنائی تھی، اس دوران حضرت عبداللہ بن انیس - رضی اللہ عنہ - ایک مہینے کی مسافت پر ملکِ شام میں قیام فرماتے، حضرت جابر بن عبد اللہ - رضی اللہ عنہ - نے اونٹ خریدا، اس پر اپنا سامان باندھ کر ان کے پاس شام پہنچے، ملاقات کے بعد حضرت جابر - رضی اللہ عنہ - نے فرمایا کہ کسی نے آپ کی طرف سے قصاص کے متعلق ایک حدیث سنائی ہے، جس کو آپ نے خود جناب نبی کریم ﷺ سے سنا ہے، اور میں خود اس کو جناب نبی کریم ﷺ سے نہ سن سکا، مجھے خوف ہوا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ سے اس حدیث کو سننے سے پہلے میں یا آپ فوت ہو جائیں، اس لئے میں حاضر خدمت ہوا؛ تا کہ میں یہ حدیث آپ سے براہ راست سنوں، اس پر حضرت عبداللہ بن انیس - رضی اللہ عنہ - نے وہ حدیث ان کو سنا دی۔

حضرت جابر بن عبداللہ - رضی اللہ عنہ - نے اپنی سند سے ایک واسطہ کم کرنے کے لئے ایک مہینہ کا مسلسل سفر کیا۔

اللہ اکبر! ایک صحابی - رضی اللہ عنہ - کے نزدیک تو علو اسناد کی اتنی بڑی اہمیت ہو کہ اونٹ خرید کر اتنی تکلیف کے ساتھ ایک مہینہ تک مسلسل سفر کر کے سند عالی حاصل کریں، اور ہمارے نزدیک اس کی اتنی اہمیت نہ ہو کہ ایک دن یا ایک دو گھنٹے سفر کرنا بھی گوارہ نہ ہو، اس سے بڑی محرومی اور کیا ہو سکتی ہے۔

حاکم ابو عبداللہ نیشاپوری المتوفی ۴۰۵ھ - رحمہ اللہ تعالی - نے بھی اپنی سند کے ساتھ چند واقعات اپنی مشہور کتاب "معرفة علوم الحديث" میں نقل کئے ہیں، جن کو یہاں زیر قلم کیا جاتا ہے۔

چنانچہ موصوف رقمطراز ہے:

قال أبو عبد الله: فأما طلب العالي من الأسانيد فإنها مسنونة كما ذكرناه، وقد رحل في طلب الإسناد العالي غير واحد من الصحابة، فمن ذلك:

ما أخبرنا أبو الحسن محمد بن عبد الله بن موسى السني بمرو، أخبرنا أبو الموجه، حدثنا عبدان، أنا أبو حمزة وابن عيينة وابن المبارك، قالوا: حدثنا صالح بن صالح، قال: سأل رجل من أهل خراسان عامراً، فقال: يا أبا عمرو! كيف تقول في رجل كانت له وليدة فأعتقها فتزوجها؟ فإنا نقول عندنا هو كالراكب بدنة،

فقال: حدثنا أبو بردة بن أبی موسی الأشعری عن أبیه، قال: قال رسول الله ﷺ: من كانت له وليدة فأدبها فأحسن تأديبها، وعلمها فأحسن تعليمها، ثم أعتقها فتزوجها فله أجران، وأيما عبد مملوك أدى حق الله وحق مواليه فله أجران أعطيتكما بغير أجر، فلقد كان الراكب يركب فيما هو أدنى من هذا إلى المدينة.

قال أبو عبد الله: فهذا الراكب إنما كان يركب فی طلب عالی الإسناد، ولو اقتصر على النازل لوجد بحضرته من يحدثه به (۱۲).

امام حاکم -رحمہ اللہ تعالی- فرماتے ہیں: اسانید میں سے عالی سند کی طلب کرنا مسنون ہے، اور طلب اسناد عالی کے لئے بہت سارے صحابہ نے سفر کیا ہے، ان میں سے ایک واقعہ یہ ہے:

خراسان کے ایک آدمی نے حضرت عامر -رضی اللہ عنہ- سے عرض کیا اے ابوعمر! آپ اس آدمی کے متعلق کیا فرماتے ہیں جس کے پاس لونڈی ہو، وہ اس کو تربیت دے، اور اچھی تربیت دے، اسے تعلیم دے اور بہتر تعلیم دے، پھر اس کو آزاد کر کے اس سے نکاح کر دے؟، پھر اس کے بعد انہوں نے پوری حدیث بیان کی، پھر فرمایا کہ میں نے یہ حدیث آپ کو مفت میں بیان کر دی ورنہ اس سے کم کے لئے بھی مدینہ کا سفر کرنا پڑتا۔

حضرت عامر -رضی اللہ عنہ- نے جو یہ فرمایا: "فلقد كان الراكب يركب فيما هو أدنى من هذا إلى المدينة" حاکم ابو عبداللہ نیشاپوری -رحمہ اللہ تعالی- اس سے یہ مراد لے رہے ہیں کہ وہ سوار سند عالی کی طلب میں یہ سفر فرما رہے تھے، کیونکہ اگر وہ سند نازل پر اکتفاء کرنا چاہتے تو وہ ضرور اپنے پاس ایسے آدمی کو پا لیتے جو اس کو مذکورہ حدیث سنا لیتے۔

حاکم نیشاپوری -رحمہ اللہ تعالی- ایک اور واقعہ سند عالی کی طلب کے سلسلے میں نقل کرتے ہیں:

حدثنا علی بن حمشاذ العدل، حدثنا بشر بن موسى، حدثنا الحميدی، حدثنا سفيان، حدثنا ابن جريج، قال: سمعت أبا سعيد الأعمى، يحدث عن عطاء بن أبی رباح، قال: خرج أبو أيوب إلى عقبة بن عامر يسأله عن حديث سمعه من رسول الله ﷺ، ولم يبق أحد سمعه من رسول الله ﷺ غيره وغير عقبة.

فلما قدم إلى منزل مسلمة بن مخلد الأنصاری – وهو أمير مصر – فأخبره، فعجل عليه، فخرج إليه، فعانقه، ثم قال له: ما جاء بک؟ يا أبا أيوب! فقال: حديث سمعته من رسول الله ﷺ، لم يبق أحد سمعه من رسول الله ﷺ غيری وغير عقبة، فابعث من يدلنی على منزله، قال: فبعث معه من يدله على منزل عقبة، فأخبر عقبة، فعجل، فخرج إليه فعانقه، فقال: ما جاء بک؟ يا أبا أيوب! فقال: حديث سمعته من رسول الله ﷺ، لم يبق أحد سمعه من رسول الله ﷺ غيری وغيرک فی ستر المؤمن.

قال عقبة: نعم، سمعت رسول الله ﷺ يقول: من ستر مؤمناً فی الدنيا على خزية ستره الله يوم

القیامة، فقال له أبو أیوب: صدقت، ثم انصرف أبو أیوب إلی راحلته، فرکبها راجعاً إلی المدینة، فما أدرکته جائزة مسلمة بن مخلد إلا بعریش مصر.

قال أبو عبد الله: فهذا أبو أیوب الأنصاری علی تقدم صحبته وکثرة سماعه من رسول الله ﷺ رحل إلی صحابی من أقرانه فی حدیث واحد، لو اقتصر علی سماعه من بعض أصحابه لأمکنه (۱۳).

ترجمہ: حضرت ابوایوب انصاری -رضی اللہ عنہ- ایک حدیث کے سلسلے میں عقبہ بن عامر -رضی اللہ عنہ- کے پاس تشریف لائے جس کوانہوں نے رسول اللہ ﷺ سے براہ راست سنا تھااور اس حدیث کورسول اللہ ﷺ سے سننے والوں میں حضرت ابوایوب انصاری اور حضرت عقبہ بن عامر -رضی اللہ عنہما- کے علاوہ اور کوئی باقی نہیں رہا تھا۔

جب مسلمہ بن مخلد انصاری -رضی اللہ عنہ- جو مصر کے گورنر تھے- کے گھر کے پاس پہنچے تو ان کو خبر دی وہ جلدی سے ان کے پاس حاضر ہوئے، اور معانقہ کیا پھر پوچھا کونسی بات آپ کو یہاں لے کر آئی ہے اے ابوایوب!، انہوں نے فرمایا کہ ایک حدیث کی طلب میں آیا ہوں جس کو میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے اب اس حدیث کو رسول اللہ ﷺ سے سننے والا میرے اور عقبہ بن عامر کے علاوہ اور کوئی باقی نہیں رہا، میرے ساتھ ان کے گھر تک رہبری کرنے والا بھیج دیں، انہوں نے ایک رہبر ساتھ بھیج دیا اس نے عقبہ بن عامر -رضی اللہ عنہ- کو خبر دی، عقبہ بن عامر -رضی اللہ عنہ- نے جلدی کی، اور ان کے پاس تشریف لا کر معانقہ کیا۔

پھر پوچھا اے ابوایوب! کونسی چیز آپ کو لے کر آئی ہے؟ انہوں نے جواب میں فرمایا: ایک حدیث کی تلاش میں آیا ہوں، جس کو آپ نے رسول اللہ ﷺ سے مؤمن کی پردہ پوشی کی فضیلت کے بارے میں سنا ہے، حضرت عقبہ بن عامر -رضی اللہ عنہ- نے کہا: جی ہاں، میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: کہ جو آدمی دنیا میں کسی مؤمن کی رسوائی والے کام پر پردہ ڈالے گا، تو اللہ تعالی قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی فرمائیں گے۔ حضرت ابوایوب انصاری -رضی اللہ عنہ- نے فرمایا آپ نے سچ کہا، پھر حضرت ابوایوب انصاری -رضی اللہ عنہ- اپنی سواری کی طرف لوٹے اور مدینہ طیبہ واپس آنے کے لئے سواری پر سوار ہوئے، راوی حدیث کہتے ہیں کہ حضرت ابوایوب انصاری -رضی اللہ عنہ- کو والی مصر مسلمہ بن مخلد کی طرف سے بھیجا گیا ہدیہ وتحفہ عریش مصر ہی پر مل سکا۔

حاکم صاحب نے واقعہ نقل کر کے فرمایا: کہ حضرت ابوایوب انصاری -رضی اللہ عنہ- متقدم صحابی ہونے، اور رسول اللہ ﷺ سے کثرت سماع کا شرف رکھنے کے باوجود ایک حدیث کے بارے میں اپنے ہم عصر صحابی رسول ﷺ کی طرف سفر فرما رہے ہیں، اگر وہیں پر کسی سے سننے پر ہی اکتفاء کرتے تو ایسا ممکن تھا، لیکن علو اسناد کے شوق میں انہوں نے اسی پر بس نہیں کیا۔

سند نازل کے ساتھ حدیث سننے کے باوجود سند عالی کی طلب:

حدیث اگر سند نازل کے ساتھ حاصل کی جائے اس کے جواز میں کوئی شک نہیں ہے، لیکن سند عالی کا بھی اپنا ایک مقام ہے، اس میں ایک بات "عشق رسول اللہ ﷺ" کی ہے، کیونکہ جس کے ساتھ عشق ہو جاتا ہے تو عاشق اس کے قرب کا متمنی ہوتا ہے، اور قرب

کوحاصل کرنے کے اسباب اختیار کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑتا، ایسے ہی اگر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سچا عشق ہوگا تو رسول اللہ ﷺ کی وہ حدیث جو زیادہ واسطوں سے سنی ہو، وہ ان واسطوں کو کم کرنے میں صدقِ دل کے ساتھ کوشش کرے گا، تاکہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ زیادہ سے زیادہ قرب نصیب ہو جائے۔

عاشقین رسول اللہ ﷺ کے چند واقعات پچھلے عنوانات کے تحت بھی گزر چکے ہیں، اب چند واقعات کو مستقل عنوان کے تحت بھی ذکر کیا جاتا ہیں۔

حافظ خطیب بغدادی -رحمہ اللہ تعالی- التوفی ۴۶۳ھ نے اپنی مشہور کتاب "الجامع لأخلاق الراوی وآداب السامع" میں اپنی سند کے ساتھ نقل کیا ہے۔

(۱) أنا علی بن القاسم الشاهد، نا علی بن إسحاق المادرائی، نا بكر بن عبد الوهاب، نا محمد بن عبد الملک، اخبرنا يوسف الماجشون، أخبرنی محمد بن المنكدر، عن سعيد بن المسيب، عن عامر بن سعد، عن سعد بن أبی وقاص، قال: سمعت رسول الله ﷺ يقول لعلی: أنت منی بمنزلة هارون من موسے إلا أنه ليس بعدی نبی، قال سعيد: فأحببت أن أشافه به سعداً، فأتيته فذكرت له ما ذكر لی عامر، فقال لی: نعم، فقلت: أنت سمعته؟، فأدخل يده فی أذنه، فقال: نعم، وإلا اصطكتا (۱۴).

حضرت سعید بن المسیب -رحمہ اللہ تعالی-، عامر بن سعد سے، وہ سعد بن ابی وقاص -رضی اللہ عنہ- سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا: کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو حضرت علی -رضی اللہ عنہ- سے فرماتے ہوئے سنا: کہ تمہارا میرے ساتھ تعلق حضرت ہارون -علیہ السلام- کے موسی -علیہ السلام- کے ساتھ تعلق کے بمنزلہ ہے، مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں، (حضرت ہارون -علیہ السلام- تو نبی تھے اور حضرت علی -رضی اللہ عنہ- نبی نہیں ہوسکتے)۔

ترجمہ: حضرت سعید بن المسیب -رحمہ اللہ تعالی- نے فرمایا کہ میں نے چاہا کہ میں یہ حدیث حضرت سعد -رضی اللہ عنہ- سے بالمشافہ سنوں، چنانچہ میں ان کے پاس آیا، اور ان کے سامنے وہ حدیث بیان کی۔ جو عامر بن سعد نے مجھ سے بیان کی تھی، انہوں نے فرمایا: ایسا ہی ہے پھر میں نے پوچھا، کیا آپ نے خود یہ حدیث سنی ہے؟ انہوں نے اپنی انگلیوں کو اپنے کانوں میں داخل کیا پھر فرمایا: جی ہاں! اگر میں نے خود یہ حدیث نہ سنی ہو تو میرے دونوں کان بہرے ہو جائیں۔

اس واقعہ میں حضرت سعید بن مسیب -رحمہ اللہ تعالی- اپنی سند کو عالی کرنے کے لئے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، ورنہ سند نازل کے ساتھ تو وہ عامر بن سعد -رضی اللہ عنہ- سے سن چکے تھے، ان کے اس سفر کرنے کی وجہ سے سند کا ایک واسطہ کم ہوگیا۔

حافظ خطیب بغدادی -رحمہ اللہ تعالی- التوفی ۴۶۳ھ نے اپنی سند کے ساتھ دوسرا یہ واقعہ نقل کیا ہے۔

(۲) أنا أبو بكر أحمد بن على بن محمد الأصبهانى الحافظ بنيسابور، أنا أبو عمرو محمد بن أحمد بن حمدان، أنا الحسن بن سفيان، نا إسحاق بن أبى إسرائيل، نا سفيان بن عيينة، قال: كان عمرو بن دينار حدثناه عن القعقاع، عن أبى صالح، عن عطاء بن يزيد، قال سفيان: فلقيت ابنه – يعنى سهيل بن أبى صالح – فقلت: سمعتَ حديثاً، نا عمرو، عن القعقاع، عن أبى صالح؟ قال: سمعته من الذى حدث أبى، سمعت عطاء بن يزيد الليثى يحدث، عن تميم الدارى، قال: قال رسول الله ﷺ "الدين النصيحة ثلاثاً، قالوا: يا رسول الله! لمن؟ قال: لله ولكتابه ولنبيه ولأئمة المسلمين وعامتهم" (۱۵).

سفیان بن عیینہ۔ رحمہ اللہ تعالی۔ نے فرمایا کہ عمرو بن دینار نے ہم کو حدیث بیان کی قعقاع سے روایت کرتے ہوئے، انہوں نے ابوصالح سے روایت کی انہوں نے عطاء بن یزید سے روایت کی۔

سفیان بن عیینہ۔ رحمہ اللہ تعالی۔ نے فرمایا: کہ میں ابوصالح کے بیٹے سہیل بن ابی صالح سے ملا، میں نے عرض کیا کہ آپ نے وہ حدیث سنی ہے جس کو عمرو بن دینار نے قعقاع سے اور قعقاع نے ابوصالح سے روایت کرتے ہوئے بیان کی ہے؟ سہیل بن ابی صالح نے فرمایا کہ میں نے یہ حدیث اس راوی سے سنی ہے جس نے وہ حدیث میرے والد محترم کو سنائی ہے۔یعنی میں نے عطاء بن یزید اللیثی سے خود سنی ہے، پھر سہیل بن ابی صالح نے فرمایا کہ میں نے عطاء بن یزید اللیثی کو تمیم داری۔ رضی اللہ عنہ۔ سے روایت کرتے ہوئے سنا، انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے تین دفعہ فرمایا "الدین النصیحۃ" دین سراسر خیر خواہی ہی ہے، صحابہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کس کے لئے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالی کے لئے، اللہ تعالی کی کتاب کے لئے، اللہ کے نبی کے لئے، مسلمانوں کے آئمہ کے لئے اور تمام لوگوں کے لئے۔

سفیان بن عیینہ نے مذکورہ حدیث پہلے عطاء بن یزید سے روایت کرتے ہوئے تین واسطوں سے سنی تھی، لیکن بعد میں علو اسناد کی طلب میں سہیل بن ابی صالح سے یہی حدیث کے سننے کی فرمائش کی، تو انہوں نے وہی حدیث عطاء بن یزید سے روایت کرتے ہوئے سنائی، جس کی وجہ سے درمیان میں سے دو واسطے کم ہو گئے۔

حافظ خطیب بغدادی التوفی ۴۶۳ھ۔ رحمہ اللہ تعالی۔ ایک اور واقعہ نقل فرماتے ہیں:

(۳) أنا محمد بن الحسين القطان، أنا عبد الله بن جعفر، نا يعقوب بن سفيان، نا أبو بكر – يعنى الحميدى – قال: قال سفيان: – فى حديث تميم الدارى: إن النبى ﷺ – قال: الدين النصيحة – قال: كان عمرو بن دينار، حدثنا أولاً عن القعقاع بن حكيم، عن أبى صالح مرسلاً، فلقيت سهيلاً، فقلت: لو سألته عنه لعله يحدثنيه عن أبيه، فأكون أنا وعمرو فيه سواء، فسألته، فقال سهيل: أنا سمعته من الذى سمعه منه أبى، أخبرنيه عطاء بن يزيد الليثى، صديق كان لأبى من أهل الشام (۱۶).

ترجمہ: ابوبکر الحمیدی - رحمہ اللہ تعالی - نے فرمایا کہ سفیان بن عیینہ نے حضرت تمیم الداری - رضی اللہ عنہ - کی حدیث "إن النبی ﷺ قال: الدین النصیحة" کے بارے میں فرمایا کہ عمرو بن دینار نے ہم کو یہ حدیث "عن القعقاع، عن ابی صالح" کی سند سے مرسلاً سنائی، پھر میں ابوصالح کے صاحبزادے سہیل - رحمہ اللہ تعالی - سے ملا، میں نے اپنے دل میں سوچا کہ اگر سہیل - رحمہ اللہ سے اس حدیث کے متعلق پوچھوں تو ہوسکتا ہے، کہ وہ مجھے یہ حدیث اپنے والد محترم سے روایت کرتے ہوئے بیان کریں، پھر میں اور عمرو بن دینار جو میرے شیخ ہیں، اس حدیث میں برابر ہوجائیں گے (یعنی جتنے واسطے ان کے اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان ہوں گے اتنے واسطے میرے اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان رہ جائیں گے)۔

چنانچہ میں نے سہیل - رحمہ اللہ تعالی - سے اس حدیث کے متعلق پوچھا، (اللہ کی شان) انہوں نے مجھے بتایا: کہ میں نے یہ حدیث ان سے بھی سنی ہے، جن سے میرے والد محترم نے سنی ہے، (اس کے بعد حضرت سہیل - رحمہ اللہ تعالی - نے خود اپنی سند سے فرمایا: کہ) عطاء بن یزید اللیثی (جو میرے والد محترم کے شیخ ہیں) مجھے اس حدیث کی خبر دی ہے۔

عطاء بن یزید اللیثی میرے والد محترم کے دوست تھے، اہل شام سے تعلق رکھتے تھے۔

اس حدیث میں سفیان - رحمہ اللہ تعالی - کی سند اپنے شیخ عمرو بن دینار - رحمہ اللہ تعالی - کی سند سے عالی ہوگئی؛ حالانکہ ان کی خواہش صرف یہ تھی کہ میں اپنے شیخ عمرو بن دینار - رحمہ اللہ تعالی - کے ساتھ سند میں برابر ہوجاؤں، لیکن طلب صادق کی برکت سے ان کی سند اپنے شیخ سے بھی ایک واسطے سے عالی ہوگئی۔

یہ حضرات طلب علو اسناد کے لئے کیسے کیسے طریقے ڈھونڈھتے رہتے تھے ہر وقت علو اسناد کی طلب کے درپے رہتے تھے، جیسے ہی موقع پاتے علو اسناد حاصل کرتے، افسوس آج لوگ بدقسمتی سے طلب علو اسناد کو فضول گردانتے ہیں، اسے زائد کام سمجھتے ہیں، یہ اپنے اسلاف کی سیرت، طرز عمل اور اداء سے بے خبری کی علامت ہے۔

حافظ خطیب بغدادی المتوفی ۴۶۳ھ - رحمہ اللہ تعالی - نے اپنی سند متصل کے ساتھ عبدالرحمن بن یزید - رحمہ اللہ تعالی - سے ایک اور واقعہ نقل کیا ہے۔

(۴) عن عبد الرحمن بن یزید، عن علقمة بن قیس، عن أبی مسعود الأنصاری، قال: قال رسول الله ﷺ: من قرأ بهاتین الآیتین من آخر سورة البقرة فی لیلة کفتاه، قال عبد الرحمن: فلقیت أبا مسعود - وهو یطوف بالبیت - فسألته، فحدثنی به عن رسول الله ﷺ(۱۷).

ترجمہ: حضرت عبدالرحمن بن یزید سے روایت ہے، انہوں نے علقمہ بن قیس سے روایت کی، انہوں نے ابومسعود انصاری - رضی اللہ عنہ سے روایت کی، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے کسی رات میں سورۂ بقرہ کے آخر سے ان دو آیتوں کو پڑھ لیا تو یہ دونوں آیتیں اس کے لئے کافی ہوجائیں گی۔

راوی حدیث حضرت عبدالرحمٰن بن یزید -رضی اللہ عنہ- نے فرمایا کہ میں حضرت ابو مسعود انصاری -رضی اللہ عنہ- سے ملا، وہ بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے، میں نے ان سے اس حدیث کے متعلق سوال کیا، انہوں نے مجھے یہ حدیث رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہوئے بیان کی۔

ان حضرات کی کیا ہی عجیب شان ہے کہ ہر وقت اس فکر میں رہتے تھے کہ کس طرح سے ان کی سند عالی ہو جائے، حضرت عبد الرحمٰن بن یزید نے یہ حدیث پہلے علقمہ بن قیس سے سنی تھی، علقمہ نے حضرت ابو مسعود انصاری -رضی اللہ عنہ- سے سنی تھی، عبدالرحمٰن بن یزید اور ابو مسعود انصاری -رضی اللہ عنہ- کے درمیان حضرت علقمہ بن قیس -رحمہ اللہ تعالی- کا واسطہ تھا، جب عبدالرحمٰن بن یزید کی ملاقات ابو مسعود انصاری -رضی اللہ عنہ- سے ہوئی، ان سے وہی حدیث بالمشافہہ سننے کی درخواست کی، حضرت ابو مسعود انصاری -رضی اللہ عنہ- نے وہ حدیث سنادی، جس سے درمیان میں ایک واسطہ کم ہو گیا۔

حافظ خطیب بغدادی التوفی ۴۶۳ھ -رحمہ اللہ تعالی- نے حضرت شعبہ بن حجاج التوفی ۱۶۰ھ کا واقعہ نقل کیا ہے۔

(۵) حدثنا الحسن بن أبی بکر، حدثنا عبد الله بن إسحاق بن إبراهيم البغوی، حدثنا عبد الله بن الحسن الهاشمی، حدثنا شبابة بن سوار، نا شعبة، عن حميد بن نافع، عن زينب بنت أم سلمة، عن أمها، أن امرأة توفی عنها زوجها، فرمدت فاشتكت عينها حتى خشوا عليها، فسألت النبی ﷺ أتكتحل؟ فقال النبی ﷺ قد كانت إحداكن تمكث فی بيتها فی شر أحلاسها أو فی أحلاسها فی شر بيتها حولاً، فإذا مر كلب، رمت ببعرة ثم خرجت فلا أربعة أشهر وعشراً، قال شعبة: كان يحيى بن سعيد حدثنی بهذا الحديث عن حميد، فلقيت حميداً، فسألته، فحدثنی به (۱۸).

ترجمہ: شبابہ بن سوار نے فرمایا ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی حمید بن نافع سے روایت کرتے ہوئے، وہ زینب بنت سلمہ سے روایت کرتے ہیں، اور وہ اپنی والدہ محترمہ سے روایت کرتی ہیں، کہ ایک عورت کے شوہر کا انتقال ہو گیا، اس کی آنکھ میں پانی آیا، پھر اس نے اپنی آنکھ میں تکلیف کی شکایت کی، یہاں تک گھر والوں کو اس کی آنکھ کے چلے جانے کا خوف ہوا پھر اس نے نبی اکرم ﷺ سے پوچھا، کہ کیا وہ سرمہ لگا سکتی ہے؟ تو آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: (زمانہ جاہلیت میں) تمہیں بدترین کپڑے میں وقت گزارنا پڑتا تھا، یا (راوی کو شک تھا کہ یہ فرمایا کہ) بدترین گھر میں وقت (عدت) گزارنا پڑتا تھا، (جب اس طرح ایک سال پورا ہو جاتا) اس کے پاس سے کتا گزرتا، اور وہ اس پر مینگنی پھینکتی، پھر وہ عدت سے نکل جاتی، کیا اب چار مہینے اور دس دن کی عدت نہیں گزار سکتی؟۔

حضرت شعبہ -رحمہ اللہ تعالی- نے فرمایا: کہ یحیی بن سعید نے مجھ سے یہ حدیث حمید سے روایت کرتے ہوئے بیان کی تھی، جب میری ملاقات حضرت حمید بن نافع سے ہوئی، تو میں نے ان سے اس حدیث کے متعلق سوال کیا، انہوں نے مجھے وہ حدیث سنادی۔

پہلے حضرت شعبہ -رحمہ اللہ تعالی- اور حضرت حمید بن نافع -رحمہ اللہ تعالی- کے درمیان حضرت یحیی بن سعید-

رحمہ اللہ تعالی - کا واسطہ تھا، حضرت شعبہ کا حضرت حمید بن نافع - رحمہ اللہ تعالی - سے اس حدیث کو سننے کے بعد وہ واسطہ نہ رہا، اوران کی سند عالی ہوگئی۔

حافظ خطیب بغدادی - رحمہ اللہ تعالی - نے ایک اور واقعہ اس سلسلے میں نقل فرمایا ہے۔

(٢) أنا محمد بن أحمد رزيق، أنا أحمد بن سليمان بن أيوب العباداني، نا محمد بن عبد الملك الدقيقي، نا أبو عاصم الضحاك بن مخلد، نا يزيد بن زريع، عن روح بن القاسم، عن محمد بن عجلان، عن المقبري، عن أبي هريرة، عن النبي ﷺ، قال: إذا انتهى أحدكم إلى مجلس، فليسلم، فإن أراد أن يجلس، فليجلس، فإن قام، والقوم جلوس، فليسلم، فإن الأولى ليست بأحق من الآخرة، قال الدقيقي: فقيل لأبي عاصم: إنما نريد حديثك أنت عن ابن عجلان،فقال: ناه محمد بن عجلان، عن المقبري، عن أبي هريرة (١٩).

ترجمہ: حضرت سلیمان بن ایوب العبادانی - رحمہ اللہ تعالی - نے فرمایا کہ ہم سے محمد بن عبدالملک الدقیقی نے حدیث بیان کی، ان سے ابوعاصم الضحاک بن مخلد بیان کی، ان سے یزید بن زریع نے بیان کی، انہوں نے روح بن القاسم سے روایت کی، انہوں نے محمد بن عجلان سے، انہوں نے مقبری سے، انہوں نے حضرت ابوہریرہ - رضی اللہ عنہ - سے روایت کی (آگے پوری حدیث نقل کی)۔

محمد بن عبدالملک کہتے ہیں: شیخ ابوعاصم ضحاک سے عرض کیا گیا کہ ہم آپ سے یہی حدیث ابن عجلان کی طریق سے سننا چاہتے ہیں، ابوعاصم ضحاک نے اسی سند سے حدیث سناتے ہوئے فرمایا: کہ محمد بن عجلان نے ہمیں یہ حدیث سنائی مقبری سے روایت کرتے ہوئے، انہوں نے حضرت ابوہریرہ - رضی اللہ عنہ - سے روایت کی۔

ان حضرات کی علو اسناد کی سچی طلب دیکھئے ! ایک دفعہ انہوں نے مذکورہ حدیث ابوعاصم سے سنی ہے، لیکن جب معلوم ہوا کہ ان ہی کے پاس اس کی عالی سند بھی موجود ہے، تو ان سے عالی سند کی طریق سے حدیث سنانے کی درخواست کی، انہوں نے درخواست قبول فرما کر حدیث سنادی، جس سے ان کی سند عالی ہوکر دو واسطے کم ہوگئے، ایک واسطہ حضرت یزید بن زریع کا، اور دوسرا واسطہ حضرت روح بن قاسم کا۔

اقوال السلف اور علو اسناد:

سند نازل کے ساتھ حدیث بیان کرنے میں کوئی عیب نہیں، لیکن علو اسناد کا اپنا ہی ایک نرالا مقام ہے، جس کا ہمارے اسلاف نے حد درجہ اہتمام فرمایا، جس کی ایک جھلک گذشتہ واقعات میں آگئی۔

حافظ خطیب بغدادی - رحمہ اللہ تعالی - المتوفی ٤٦٣ھ نے اپنی مشہور کتاب "الجامع لأخلاق الراوي وآداب السامع" میں علو اسناد کی مدح میں محدثین کے کئی واقعات اپنی سند کے ساتھ نقل کئے ہیں، جن کو یہاں ذکر کرنا فائدے سے خالی نہیں، موصوف لکھتے ہیں:

أنا أبو بكر أحمد بن محمد بن جعفر اليزدی بأصبهان، نا عمر بن عبد الله بن أحمد، نا خيران، نا محمد بن جعفر النيسابوری، قال: سمعت أبا عبد الرحمن الطوسی يقول: سمعت محمد بن أسلم الطوسی يقول: "قرب الإسناد قربة إلى الله عز وجل"(۱۹).

محمد اسلم الطوسی فرماتے ہیں: کہ قربِ اسناد درحقیقت قرب باری تعالیٰ ہے۔

کیونکہ علو اسناد کی وجہ سے آدمی رسول اللہ ﷺ کے قریب ہو جاتا ہے، اور رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کے قریب ہیں، اس سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوگا۔

آگے امام احمد بن حنبل المتوفی ۲۴۱ھ -رحمہ اللہ تعالیٰ- کا قول نقل فرماتے ہیں۔

حدثنی عبد الله بن أبی الفتح، قال: سمعت أبا سعد عبد الرحمن بن محمد الإدريسی، يقول: سمعت أبا أحمد بن عدی، يقول: نا عبد المؤمن بن أحمد بن حوثرة الجرجانی، قال: سمعت عمار بن رجاء، يقول: سمعت أحمد بن حنبل، يقول: طلب إسناد العلو من السنة (۲۰).

عمار بن رجاء کہتے ہیں کہ میں نے امام احمد بن حنبل کو یہ فرماتے ہوئے سنا: کہ علو اسناد کو طلب کرنا سلف کی سنت ہے۔

مزید لکھتے ہیں:

حدثت عن عبد العزيز بن جعفر الحنبلی، قال: أنا أبو بكر أحمد محمد بن هارون الخلال، نا حرب بن إسماعيل الكرمانی، قال: سئل أحمد عن الرجل، يطلب الإسناد العالی؟ قال: طلب الإسناد العالی سنة عمن سلف؛ لأن أصحاب عبد الله كانوا يرحلون من الكوفة إلى المدينة، فيتعلمون من عمر، ويسمعون منه (۲۱).

حضرت حرب بن اسماعیل الکرمانی -رحمہ اللہ تعالیٰ- کہتے ہیں: کہ امام احمد بن حنبل -رحمہ اللہ تعالیٰ- سے اس آدمی کے متعلق پوچھا گیا، جو عالی سند کو طلب کرتا ہے (اگرچہ حدیث اس کے پاس ہے) امام احمد بن حنبل -رحمہ اللہ تعالیٰ- نے جواب دیا: سند عالی کو طلب کرنا سلف صالحین کی سنت ہے، حضرت عبد اللہ بن مسعود -رضی اللہ عنہ- کے شاگرد کوفہ سے مدینہ منورہ کا سفر اختیار کرتے تھے؛ تاکہ حضرت عمر -رضی اللہ عنہ- سے (دوبارہ) سیکھیں اور سنیں۔

اقوال سلف اور نزول اسناد:

اگر محدثین نے ایک طرف اسناد عالی کی مدح کی ہے، تو دوسری طرف انہوں نے اسناد نازل کی مذمت بھی کی ہے، جس سے ان لوگوں کی تردید ہوتی ہے، جو سند نازل کو لے کر بیٹھ جاتے ہیں، سند عالی کو حاصل کرنے کی کوشش نہیں کرتے، بلکہ سند عالی کے حصول کو ایک طرح سے بے کار گردانتے ہیں۔

اس بارے میں حافظ خطیب بغدادی المتوفی ۴۶۳ھ -رحمہ اللہ تعالیٰ- نے اپنی سند کے ساتھ محدثین کے اقوال نقل کئے ہیں،

جن کو یہاں ذکر کیا جاتا ہے۔

(١) أنا أبو القاسم بن محمد بن سليمان المؤدب بأصبهان، أنا أبو بكر بن المقرى، نا الحسين بن حبيب الدمشقي إمام باب الجابية، نا علان بن المغيرة، قال: سمعت يحيى بن معين، يقول: "الحديث بنزول كالقرحة في الوجه" (٢٢).

علان بن مغیرۃ نے فرمایا کہ میں نے یحیی بن معین کو فرماتے ہوئے سنا: کہ سندِ نازل کے ساتھ حدیث، چہرے پر نکلے ہوئے پھوڑے کی مانند ہے (اس کی سند میں وہ حسن نہیں جو عالی میں ہے)۔

آگے لکھتے ہیں:

(٢) حدثني عبيد الله بن أبي الفتح، قال: سمعت أبا سعيد الإدريسي، يقول: سمعت أبا أحمد بن عدى، يقول: سمعت بكر بن محمد الكاتب، يقول: سمعت إسماعيل بن إسحاق، يقول: سمعت على بن المديني، يقول: النزول شؤم (٢٣).

ترجمہ: اسماعیل بن اسحاق فرما رہے ہیں کہ میں نے علی بن مدینی کو فرماتے ہوئے سنا کہ سند نازل نحوست ہے (فنی لحاظ سے اس میں پیچیدگیاں ہوا کرتی ہیں)۔

مزید لکھتے ہیں:

(٣) أخبرني أبو على عبد الرحمن بن محمد بن أحمد بن فضالة النيسابورى الحافظ بالراوى، أنا طاهر بن محمد المعدل بنيسابور، قال: سمعت أبا عبد الله محمد بن يعقوب بن يوسف الحافظ يقول: ((استأذن أبو عمرو المستملى محمد بن يحيى الخروج إلى على بن حجر، فقال: يا أبا عمرو! انزل درجة، واكتب ما شئت، قال: فقال: يا أبا عبد الله! النزول شؤم(٢٤).

ترجمہ: ابوعبداللہ محمد بن یعقوب بن یوسف فرماتے ہیں: کہ ابوعمرو المستملی نے علی بن حجر کے پاس آنے کی اجازت طلب کی، علی بن حجر نے فرمایا: اے ابوعمرو! ایک درجہ اتر، اور جو چاہے لکھ، ابوعمرو المستملی نے فرمایا: اے ابوعبداللہ! سند نازل نحوست ہے۔

محدثین کے اقوال سے معلوم ہوتا ہے کہ سند نازل کے ساتھ حدیث بیان کرنا محمود نہیں ہے۔

یہاں پر یہ بات قابل لحاظ ہے کہ سندِ نازل کی جو مذمت بیان کی گئی ہے، یہ اس وقت ہے جب کسی خارجی قرینے کے ذریعہ اس کی کمزوری دور نہ ہوئی ہو، اگر کسی قرینے کی وجہ سے اس کی تلافی ہوگئی، بلکہ مزید ترجیح کے بھی قرائن مل گئے تو پھر سندِ نازل کو ترجیح حاصل ہوگی۔

سندنازل کو سندعالی پر بعض وجوہات سے ترجیح:

سندعالی کے فضائل اوراہمیت کے بیان سے یہ غلط فہمی نہ ہو، کہ ہروقت سندعالی کوترجیح حاصل ہوگی، بلکہ بعض قرائن اورفوائد کی وجہ سے سندِ نازل کوترجیح حاصل ہوجاتی ہے، حافظ جلال الدین السیوطی التوفی ۹۱۱ھ-رحمہ اللہ تعالی- نے چندفوائد "تدریب الراوی" میں ذکر کئے ہیں جن کی وجہ سے سندنازل کوبھی ترجیح دی جاسکتی ہے۔

موصوف لکھتے ہیں:

فإن تميز الإسناد النازل بفائدة كزيادة الثقة في رجاله على العالي، أو كونهم أحفظ، أو أفقه، أو كونه متصلاً بالسماع، وفي العالي حضور، أو إجازة أو مناولة أو تساهل بعض رواته في الحمل ونحو ذلك فهو مختار (۲۵).

ترجمہ: اگراسنادنازل کسی فائدے کی وجہ سے اسنادعالی سے ممتاز ہوجائے مثلاً سندنازل کے راوی زیادہ ثقہ ہیں، یاسندنازل کے راوی احفظ ہی، یاسندنازل سماع کے ساتھ متصل ہے، اورسندعالی میں صرف حضورمجلس یااجازت یامناولہ ہے یاسندعالی میں بعض راویوں نے حدیث کے تحمل میں تساہل سے کام لیاہے توان تمام صورتوں میں سندنازل پسندیدہ اورقابل ترجیح ہوگی۔

حافظ عراقی -رحمہ اللہ تعالی- سے بھی اس بارے میں ایک قول ہے۔

قال الحافظ العراقي: وكلما قصر السند كان أسلم، اللهم إلا أن يكون رجال السند النازل أوثق أو أحفظ أو أفقه، ونحو ذلك (۲۶).

حافظ أبوالفضل زین الدین عبدالرحیم بن الحسین العراقی التوفی ۸۰۶ھ- رحمہ اللہ تعالی - نے فرمایا: جب سندچھوٹی ہو، اوررجال کم ہوں، توسندخطااورخلل سے زیادہ محفوظ ہوگی، (لہذا سندعالی کوترجیح دی جائے گی) ہاں اگرسندنازل کے رجال زیادہ ثقہ ہو، یاحافظہ میں سندعالی کے رجال سے زیادہ ہوں، یازیادہ فقیہ ہوں، یااس کے علاوہ دوسرے قرائن پائے جاتے ہوں، توپھرسندِ نازل کو ترجیح حاصل ہوگی۔

امام محدث ابوالفتح محمد بن علی بن دقیق العیدالتوفی ۷۰۲ھ-رحمہ اللہ تعالی- اپنی مایہ نازکتاب "الاقتراح فی بیان الاصطلاح" میں لکھتے ہیں:

فإن كان النزول فيه إتقان، والعلو بضده، فلا تردد في أن النزول أولى (۲۷).

اگرسندنازل میں اتقان ہواورسندعالی اس کے متضادہو(یعنی اس میں ضعف ہو) توپھربلاکسی شک وتردد کے سند نازل اولی وبہترہوگی۔

علامہ حافظ جلال الدین السیوطی التوفی ۹۱۱ھ -رحمہ اللہ تعالی- نے علوم حدیث کی مشہورکتاب "تدریب الراوی" میں عبد

اللہ بن مبارک اور حافظ سلفی سے نقل کیا ہے۔

قال ابن المبارک: لیس جودة الحدیث قرب الإسناد، بل جودة الحدیث صحة الحدیث، وقال السلفی: الأصل الأخذ عن العلماء، فنزولهم أولى من العلو عن الجهلة علی مذهب المحققین من النقلة، والنازل حینئذ هو العالی فی المعنی عند النظر والتحقیق (۲۸).

حضرت عبداللہ بن مبارک - رحمہ اللہ تعالی - نے فرمایا کہ حدیث کی عمدگی قرب اسناد میں نہیں ہے، بلکہ حدیث کی عمدگی تو صحت میں ہے، صرف راوی کم ہونے کی وجہ سے حدیث عمدہ نہیں بنتی؛ بلکہ راوی جس قدر ثقاہت اور قبولیت کی اعلی صفات سے متصف ہوں گے اتنی ہی حدیث عمدہ ہوگی۔

حافظ سلفی - رحمہ اللہ تعالی - نے فرمایا: اصل قاعدہ یہی ہے کہ اصحاب فن علماء سے لی جائے نقل کرنے والے محققین کے مذہب کے مطابق اصحابِ فن اہل علم سے سندِ نازل کے ساتھ حدیث لینا جاہلوں سے سند عالی کے ساتھ لینے سے بہتر ہے۔

(اس لئے کہ علماء کرام حدیث کی صحت کی طرف توجہ فرماتے ہیں اور مقصود بھی حدیث کی صحت ہے، اور جاہل سند عالی پر اکتفاء کرتے ہیں، صحت اور عدم صحت کا خیال نہیں رکھتے)، جب صورت ایسی ہوگی پھر سند نازل ہی حقیقت میں عالی شمار ہوگی۔

حافظ شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان الذہبی التوفی ۷۴۸ھ - رحمہ اللہ تعالی - نے فرمایا جب آپ کسی شخص کو دیکھیں، کہ وہ جاہلوں کی سند عالی پر خوش ہو رہا ہے تو سمجھ لیں کہ یہ درجے کا ادنی ہے، محدث نہیں ہے۔

علامہ ابن صلاح التوفی ۶۴۳ھ - رحمہ اللہ تعالی - نے بھی "معرفة أنواع علم الحدیث" میں اس بارے میں کئی اقوال نقل کئے ہیں، موصوف لکھتے ہیں۔

وأما رُوِّیناه عن الحافظ أبی الطاهر السُلفی – رحمه الله – من قوله فی أبیات له:

بل علو الحدیث بین أولی الحف.........ظ والإتقان صحة الإسناد

وما رویناه عن الوزیر نظام الملک من قوله: "عندی أن الحدیث العالی ما صح عن رسول الله ﷺ وإن بلغت رواته مئة" فهذا ونحوه لیس من قبیل المتعارف إطلاقه بین أهل الحدیث، وإنما هو علو من حیث المعنی فحسب، والله أعلم (۲۹).

حافظ ابوطاہر سلفی نے شعر کہا ہے، جس کا ترجمہ ہے "بلکہ علو اسناد تو حفاظ اور متقنین کے نزدیک صحت اسناد ہے"۔

وزیر نظام الملک نے فرمایا: میرے نزدیک حدیث عالی وہ ہے، جو رسول اللہ ﷺ سے صحت کے ساتھ منقول ہو، اگر چہ اس کے راوی سو کیوں نہ ہوں۔

یہ اور اس جیسے اقوال، محدثین کے ہاں متعارف علو اسناد کے بارے میں نہیں ہیں؛ بلکہ یہ صرف من حیث المعنی علو ہے۔

گذشتہ اقتباسات سے معلوم ہوا، کہ حدیث عالی کا دارومدار قلت رجال پر نہیں ہے، بلکہ صحت رجال پر ہے، اگر حدیث سند عالی کے ساتھ مروی ہو، لیکن ضعیف ہوتو یہ حدیث اس حدیث سے عالی نہیں ہوگی جو صحیح سند نازل کے ساتھ مروی ہے۔

علامہ احمد محمد شاکر-رحمہ اللہ تعالی- لکھتے ہیں۔

وقد تغالی کثیر من طلاب الحدیث وعلمائه فی طلب علو الإسناد، وجعلوه مقصداً من أهم المقاصد لدیهم، حتی کاد بینهم الحرص علی الأصل المطلوب فی الأحادیث، وهو صحة نبتها إلی رسول الله ﷺ(۳۰).

بہت سارے علماءِ حدیث اور طلبہ حدیث طلب علو اسناد میں غلو اختیار کیے ہوئے ہیں؛ حتی کہ اس کو ایک اہم مقصد گردانتے ہیں، اور اصل مطلوب-یعنی رسول اللہ ﷺ کی طرف اس حدیث کی نسبت کا صحیح ہونا- طلب علو اسناد کی وجہ سے بھول گئے۔

لیکن اس زمانہ میں تو طلب علو اسناد کی بات ہی ختم ہوگئی، علو اسناد کو جانتے ہی نہیں؛ علو اسناد کے لئے کوئی خاص کوشش نہیں ہو رہی ہے، جس کی وجہ سے ماحول میں بہت ساری خرابیوں نے جنم لیا ہے۔

حافظ خطیب بغدادی التوفی ۴۶۳ھ- رحمہ اللہ تعالی- نے اپنی سند کے ساتھ محدثین کے ان اقوال کو ذکر کیا ہے جن میں موصوف نے ثقہ راویانِ حدیث سے سند نازل کے ساتھ مروی روایات کو ان روایات پر ترجیح دی ہے جو غیر ثقہ راویان سے سند عالی کے ساتھ مروی ہیں۔

عن یحیی بن معین، قال: الحدیث النزول عن ثبت خیر من علو عن غیر ذی ثبت (۳۱).

یحیی بن معین نے فرمایا: حدیث نازل جو ثقہ راویوں سے مروی ہو، اس حدیث عالی سے بہتر ہے جو غیر ثقہ راویوں سے مروی ہو۔

حافظ خطیب بغدادی- رحمہ اللہ تعالی- نے عبید اللہ بن عمرو کا قول نقل کیا ہے:

قال علی بن معبد: سمعت عبید الله بن عمرو - وذکر له قرب الإسناد - فقال: حدیث بعید الإسناد صحیح خیر من حدیث قریب الإسناد سقیم أو قال: ضعیف (۳۲).

حضرت عبید اللہ بن عمرو کے سامنے قرب اسناد کا ذکر کیا گیا، عبید اللہ بن عمرو نے فرمایا وہ صحیح حدیث جس کا سلسلہ سند رسول اللہ ﷺ سے دور ہو، اس حدیث سقیم سے بہتر ہے جس کا سلسلہ سند رسول اللہ ﷺ کے قریب ہو۔

حافظ خطیب بغدادی- رحمہ اللہ تعالی- نے یحیی بن معین، ابن مہدی، عبید اللہ بن عمر، ابوبکر بن الأنباری، اور محمد بن عبد اللہ العامران تمام حضرات سے اپنی سند کے ساتھ اقوال نقل کیے ہیں، جن سے روز روشن کی طرح یہ ثابت ہوتا ہے کہ حدیث صحیح سند نازل کے ساتھ بہتر ہے اس حدیث سقیم سے جو سند عالی کے ساتھ مروی ہو۔

حافظ محمد بن عبد الرحمن سخاوی التوفی ۹۰۲ھ- رحمہ اللہ تعالی- نے اصول حدیث پر اپنی مشہور کتاب " فتح المغیث بشرح الفیة الحدیث" میں اس موضوع کے متعلق حافظ ابوالحسن بن المفضل المقدسی کا شعر نقل کیا ہے:

إن الرواية بالنزول عن الثقات الأعدلينا

خير من العالی عن الجهال والمستضعفينا

جو روایت ثقہ اور عادل روایوں سے سند نازل کے ساتھ مروی ہو، وہ بہتر ہے اس روایت سے جو جاہل اور ضعیف راویوں سے سند عالی کے ساتھ مروی ہو۔

مزید لکھتے ہیں:

محدثین کے نزدیک علو اسناد قلت رجال کا نام نہیں ہے؛ بلکہ حدیث کی صحت کا نام ہے، محدثین چونکہ حدیث کی صحت کو علو اسناد کا مدار بناتے ہیں، اس لئے اگر کوئی ضعیف حدیث پانچ واسطوں سے مروی ہو اور صحیح حدیث سات واسطوں سے مروی ہو تو سات واسطوں والی حدیث کو ترجیح دیتے ہیں (۳۳)۔

عالی سندوں میں ایک مشہور سند وہ ہے، جو دور اخیر میں علامہ عبدالحی الکتانی کے واسطہ سے ان کے تلامذہ اور متبعین کے ذریعہ کافی شہرت رکھتی ہے۔

یہ مختصر سند قدیم زمانہ سے چلی آرہی ہے، اس میں امام بخاری -رحمہ اللہ تعالی- تک واسطے نہایت کم ہو جاتے ہیں؛ مگر اس قدر مختصر اور مشہور ہونے کے باوجود ہمیشہ اس کا اختصار اہل فن کی نظروں میں کھٹکتا ہی رہا۔

عالی سند کہلائی جانے والی اس طریق اسناد میں کئی گھاٹیاں ہیں، جو نہایت دشوار گزار ہیں، ان کو سر کرنا اس مختصر مضمون میں نہایت مشکل ہے، صرف اشارات پر اکتفاء کو مناسب سمجھتا ہوں۔

جیسے محمد بن شاذ بخت الفارسی اور ابولقمان یحیی بن عمار بن شاهان کا اس قدر طویل العمر ہونا، پھر الاختلانی کا صرف فربری سے روایت کا مشہور ہونا، اور ابن شاذ بخت کا صرف الختلانی سے شہرت روایت، فربری کے علاوہ لوگوں کا ذکر نہ ہونا، نہ ہی دوسرے محدثین کا اس میں دلچسپی لینا۔

اور اسی طرح بابا یوسف الھروی کا تین سو سال طویل العمر ہونا، اور ان سے صرف ابوالفتوح الطاوسی کی شہرت روایت۔

اور ایسا ہی علاء الدین احمد النہروالی کا ابوالفتوح سے روایت کرنا، اسی طرح ان کے بیٹے قطب الدین النہروالی کا اپنے والد اور براہ راست ابوالفتوح سے روایت کرنا۔

ایسا ہی اس سند میں بعض حضرات کا محمد مرتضی الزبیدی الحنفی کا ذکر کرنا۔

یہ وہ عنوانات ہیں، جن میں فنی لحاظ سے کئی پیچیدگیاں اور مسائل ہیں، سید عبدالحی الکتانی نے "فہرس الفہارس" میں اس پر گفتگو کی ہے، تاہم اس بحث کو مکمل کرنے کے لئے بیسیوں اثبات، مشیخات اور فہارس کنگھالنے کی ضرورت ہے، ان تمام گوشوں کو تساہل اور توسع کے بجائے محدثین کے ناقدانہ انداز و رخ پر دیکھنے سے ہی سمجھا جا سکتا ہے، اور بہتر رائے قائم کی جا سکتی ہے، سردست

اتنا اشارہ کر لینا کافی ہے، تاہم اس بات میں کوئی شک نہیں کہ پختہ کار محدثین اور مشتغلین بالحدیث کے یہاں اس سند کو واحد ذریعہ اجازت واتصال کبھی قرار نہیں دیا گیا ہے، نہ ہی اس پر قناعت کی گئی۔

یہ فنی مسائل ہیں، جن کو فن جرح وتعدیل کے انداز پر اثبات وصحت ثبت کی دلیل اور ردوقدح کے ساتھ سمجھنے کی ضرورت ہے۔

جو حضرات اہل عالی کہلانی جانی والی اس سند کے جزئیات پر بخوبی نظر رکھتے ہیں، وہ اپنی معلومات سے آگاہ فرمائیں گے تو مشکور ہوں گے۔

سند عالی کے امکان حصول کے باوجود سند نازل پر اکتفاء کرنا:

سند عالی کی اہمیت اور فضیلت اپنی جگہ پر مسلم ہے، جس کے بارے میں حافظ ابن الصلاح التوفی ۶۴۳ھ -رحمہ اللہ تعالی نے فرماتے ہیں:

العلو يبعد الإسناد من النحلل؛ لأن كل رجل من رجاله يحتمل أن يقع الخلل من جهته سهواً أو عمداً، ففي قلتهم قلة جهات الخلل، وفي كثرتهم كثرة جهات الخلل، وهذا جلي واضح (۳۴).

علوسند سلسلہ سند کو خلل سے دور کرتا ہے، کیونکہ سند کے راویان میں ہر راوی میں اس بات کا احتمال ہوتا ہے کہ اس کی طرف سے خلل عمداً یا سہواً واقع ہو، لہذا جہاں راوی کم ہوں گے، وہاں خلل کی جہات بھی کم ہوں گی، اور جہاں راوی زیادہ ہوں تو وہاں خلل کی جہات بھی زیادہ ہوں گی یہ بالکل واضح بات ہے۔

اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ سند عالی کے ہوتے ہوئے سند نازل پر اکتفاء کرنا جائز نہیں، بلکہ حافظ خطیب بغدادی -رحمہ اللہ تعالی- التوفی ۴۶۳ھ نے اپنی سند سے ان روایات کو نقل کیا ہے جن میں سند نازل پر اکتفاء کیا گیا ہے، ان میں سے چند واقعات یہاں پر ذکر کئے جاتے ہے۔

موصوف اپنی سند کے ساتھ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

عن البراء بن عازب –رضي الله عنه – قال: ليس كلنا كان يسمع حديث رسول الله ﷺ، كانت لنا ضيعة وأشغال، ولكن الناس لم يكونوا يكذبون يومئذ، فيحدث الشاهد الغائب (۳۵).

حضرت براء بن عازب -رضی اللہ عنہ- نے فرمایا ہم میں سے ہر ایک رسول اللہ ﷺ سے براہ راست حدیثیں نہیں سنتا تھا، ہماری جائیدادیں اور مصروفیات بھی ہوا کرتی تھیں، لیکن اس زمانے کے لوگ جھوٹ نہیں بولتے تھے، جو رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں حاضر ہوتا، وہ غائبین کو احادیث سنا دیا کرتا تھا۔

دوسری روایت حضرت انس بن مالک -رضی اللہ عنہ- سے اپنی سند کے ساتھ بیان کی ہے:

عن حميد، أن أنس بن مالك حدث بحديث عن رسول الله ﷺ، فقال رجل: أنت سمعته من

رسول الله ﷺ؟ فغضب غضباً شديداً، وقال: والله! ما كل ما نحدثكم سمعناه من رسول الله ﷺ، ولكن كان يحدث بعضنا بعضاً، ولا يتهم بعضنا بعضاً (۳۶).

حضرت حمید -رحمہ اللہ تعالی- سے روایت ہے، کہ حضرت انس بن مالک -رضی اللہ عنہ- نے ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہوئے حدیث بیان کی، ایک آدمی نے پوچھا، کیا آپ نے یہ حدیث رسول اللہ ﷺ سے خود سنی ہے؟ اس پر حضرت انس -رضی اللہ عنہ- نے بہت زیادہ ناراضگی کا اظہار فرمایا، اور غصے ہو کر فرمایا: اللہ کی قسم! یہ تمام روایات جو ہم تم لوگوں سے بیان کرتے ہیں یہ سب ہم نے رسول اللہ ﷺ سے نہیں سنی ہیں؛ بلکہ ہم ایک دوسرے سے بیان کیا کرتے تھے، اور ہم میں سے کوئی دوسرے کو متہم نہیں سمجھتا تھا۔

ان دونوں روایتوں سے معلوم ہوا کہ حضرات صحابہ کرام -رضی اللہ عنہم- رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں ایک دوسرے سے حدیث سننے پر بھی اکتفاء کرتے تھے، براہ راست رسول اللہ ﷺ سے سننے کو ضروری خیال نہیں کرتے تھے، دوسرے الفاظ میں یوں کہہ سکتے ہیں، کہ سند عالی کے امکانِ حصول کے باوجود سند نازل پر اکتفاء کر لیتے تھے۔

حافظ خطیب بغدادی -رحمہ اللہ تعالی- المتوفی ۴۶۳ھ نے اپنی سند سے حضرت حماد بن زید کا قول نقل کیا ہے:

عن حماد بن زيد، قال: كنا في مجلس أيوب، فنسمع رجلاً يحدثنا عن أيوب، فنسمعه منه، ولا نسأل أيوب عنه (۳۷).

حضرت حماد بن زید -رحمہ اللہ تعالی- کہتے ہیں: ہم حضرت ایوب سختیانی -رحمہ اللہ تعالی- کی مجلس میں ہوتے تھے، ہم کسی آدمی کو حضرت ایوب -رحمہ اللہ تعالی- سے روایت کرتے ہوئے سنتے، تو ہم اسی سے وہ حدیث سن لیتے تھے، اور حضرت ایوب -رحمہ اللہ تعالی- کے ہوتے ہوئے اس حدیث کے متعلق ان سے دریافت کرنا ضروری نہیں سمجھتے تھے۔

مزید انہوں نے حضرت معمر -رحمہ اللہ تعالی- کا قول اپنی سند سے نقل کیا ہے:

قال معمر: كان أيوب يحدثنا عن نافع - ونافع حي - فاكتفينا به (۳۸).

حضرت معمر -رحمہ اللہ تعالی- نے فرمایا حضرت ایوب -رحمہ اللہ تعالی- ہمیں نافع -رحمہ اللہ تعالی- سے روایت کرتے ہوئے احادیث بیان کیا کرتے تھے، حالانکہ حضرت نافع -رحمہ اللہ تعالی- بقید حیات تھے، اور ہم حضرت ایوب -رحمہ اللہ تعالی- سے سن لینے پر اکتفاء کر لیا کرتے تھے۔

ان اقوال سے معلوم ہوا کہ سلف کے یہاں بلا ضرورت سند عالی کے بجائے سند نازل پر اکتفاء کرنے کا بھی سلسلہ تھا جب ان کو سند نازل پر اطمینان ہو جاتا۔

حافظ خطیب بغدادی المتوفی ۴۶۳ھ -رحمہ اللہ تعالی- نے اپنی کتاب "الجامع لأخلاق الراوي وآداب السامع" میں اپنی سند کے ساتھ محدثین کے بہت سارے واقعات اور اقوال نقل کئے ہیں، اصحابِ ذوق کو اس کا مطالعہ کر لینا چاہئے۔

سند نازل کو بغیر کسی قرینے کے ترجیح دینے کی غلط فہمی کا ازالہ:

اوپر کی سطروں سے معلوم ہوا کہ سند عالی کو ترجیح حاصل ہے، اس کا الگ ایک مقام ہے، لیکن بعض لوگ غلط فہمی کے شکار ہو گئے، اور وہ سند نازل کو مطلقاً بغیر کسی قرینے اور فائدے کے ترجیح دیتے ہیں، یہ ان کی غلط فہمی ہے، چنانچہ ملا علی القاری علی بن سلطان الہروی التوفی ۱۰۱۴ھ -رحمہ اللہ تعالی- نے حافظ ابن حجر کی مشہور کتاب "نزهة النظر فی توضیح نخبة الفكر إلى مصطلح أهل الأثر" کی شرح "شرح شرح نخبة الفكر" میں اس موضوع پر گفتگو کی ہے۔

(وأما من رجح النزول مطلقاً واحتج) أي استدل (بأن كثرة البحث) أي التفحص عن رجال الإسناد (يقتضي المشقة) اى الزائدة، (فيعظم الأجر) فإن الأجر على قدر المشقة، لما روى " أفضل العبادات أحمزها" أي أصبعها.

وحاصل كلامه إشارة إلى ما حكى ابن خلاد عن بعض أهل النظر أن التنزل في الإسناد أفضل وأرجح، واحتج بأنه يجب على الراوي أن يجتهد في معرفة جرح من يروى عنه وتعديله، والاجتهاد في أحوال رواة النازل أكثر، فكان الثواب فيه أوفر.

قال ابن الصلاح: وهو مذهب ضعيف الحجة.

ووجه ما ذكره المصنف بقوله: (فذلك ترجيح بأمر أجنبي عما يتعلق بالتصحيح والتضعيف) أي كثرة المشقة ليست مطلوبة لنفسها، ومراعاة المعنى المقصود من الرواية، وهو الصحة أولى، وهذا بمثابة من يقصد المسجد للجماعة، فيسلك الطريق البعيدة لتكثير الخطا رغبة في تكثير الأجر، وإن أدى سلوكها إلى فوات الجماعة التي هي المقصودة، وذلك أن المقصودة من الحديث التوصل إلى صحته وبعد الوهم، وكلما كثر رجال الإسناد تطرق إليه احتمال الخطأ والخلل، وكلما قصر السند كان أسلم، والله أعلم (۳۹).

حضرت ابن خلاد رامهرمزی – رحمه الله تعالى – نے بعض اہل نظر سے ان کی یہ بات نقل کی ہے کہ سند نازل کو فضیلت اور ترجیح حاصل ہے، ان حضرات کی دلیل یہ ہے کہ سند نازل میں رجال سند عالی کی بہ نسبت زیادہ ہوتے ہیں، اور جب رجال زیادہ ہوں گے، تو ان کی جرح وتعدیل میں کوشش زیادہ کرنی پڑے گی، وقت بھی زیادہ لگے گا، مشقت بھی زیادہ اٹھانی پڑے گی، مشقت کے بقدر آدمی کو اجر وثواب ملتا ہے، جیسا کہ مروی ہے "أفضل العبادات أحمزها" افضل عبادت وہ ہے جو سب سے زیادہ دشوار اور مشکل ہو۔

حافظ ابن حجر -رحمہ اللہ تعالی- فرماتے ہیں کہ سند نازل کو مذکورہ دلیل کی بنا پر ترجیح دینا غیر متعلق اور اجنبی امر کے ساتھ ترجیح دینا ہے، جس کا تعلق تصحیح وتضعیف سے نہیں ہے؛ کیونکہ کثرتِ مشقت بذاتہ خود مقصود نہیں ہے، روایت کا مقصد صحت ہے، اس کو رعایت

زیادہ بہتر ہے، حدیث کی صحت کا امکان سند عالی میں سند نازل کی بہ نسبت زیادہ ہوتا ہے۔

اس کی مثال یوں سمجھیں کہ ایک آدمی باجماعت نماز پڑھنے کی نیت سے مسجد جانا چاہتا ہے، اب وہ ثواب کی غرض سے قدموں کو زیادہ کرنے کے لئے دور کا راستہ اختیار کرتا ہے، لیکن اس کی وجہ سے اس کی جماعت فوت ہو جاتی ہے، حالانکہ وہ مقصود ہے، ایسا ہی یہاں سمجھیں کہ مقصود یہ ہے کہ حدیث صحیح ہو، وہم، خطا اور خلل سے محفوظ ہو، حدیث وہم، خطا اور خلل سے تب محفوظ رہ سکتی ہے، جب اس کی سند میں رجال کم ہوں، سند عالی میں ایسا ہی ہوتا ہے۔

حافظ ابن الصلاح التوفی ۶۴۳ھ - رحمہ اللہ تعالی - نے بھی سند نازل کو مذکورہ وجہ کی بنیاد پر ترجیح دینے کو کمزور بنیاد پر قائم مذہب قرار دیا ہے۔

علامہ ابوالفتح محمد بن علی بن دقیق العید التوفی ۷۰۲ھ - رحمہ اللہ تعالی - بھی اپنی کتاب "الاقتراح فی بیان الاصطلاح" میں اس قسم کی بات لکھتے ہیں۔

ومن الناس من رجح النزول مطلقاً؛ لأنه إذا كثرت الوسائط وجبت كثرة البحث عن كل واسطة منها، وإذا كثر البحث كثرت المشقة فعظم الأجر، وهذا ضعيف؛ لأن كثرة المشقة ليست مطلوبة لنفسها، ومراعاة المعنى المقصود من الرواية وهو الصحة أولى (۴۰).

بعض لوگوں نے مطلقاً سند نازل کو ترجیح دی ہے، اس لئے کہ جب واسطے زیادہ ہوں گے تو ہر واسطے پر زیادہ بحث ہوگی، اور جب بحث کثرت سے ہوگی تو مشقت بھی زیادہ ہوگی، اور مشقت کے بقدر ثواب بھی زیادہ ملے گا، یہ قول ضعیف ہے؛ کیونکہ کثرت مشقت بذاتہ خود مقصود نہیں ہے؛ بلکہ روایت کا بڑا مقصد صحت ہے، اس کی رعایت زیادہ بہتر ہے۔

اس مذہب کو حافظ ابوالفضل زین الدین عبدالرحیم بن الحسین العراقی - رحمہ اللہ تعالی - اور علامہ حافظ جلال الدین السیوطی - رحمہ اللہ تعالی - نے بھی رد کیا ہے۔

امام ابن دقیق العید التوفی ۷۰۶ھ - رحمہ اللہ تعالی - نے علو اسناد کے حوالے سے ایک اور غلط فہمی کو بھی رد فرمایا، چنانچہ موصوف رقمطراز ہیں۔

وقال بعض الزهاد: طلب العلو من زينة الدنيا، وهذا كلام واقع، والغالب على الطالبين لذالك، ولا أعلم وجهاً جيداً لترجيح العلو، إلا أنه أقرب إلى الصحة وقلة الخطأ، فإن الطالبين يتفاوتون في الإتقان، والغالب عدم الإتقان في أبناء الزمان (۴۱).

بعض زاہدوں کا کہنا ہے کہ طلب اسناد عالی دنیا کی زینت ہے، یہ واقعی بات ہے، اور طالبانِ حدیث پر یہ بات غالب ہے، امام ابن دقیق العید - رحمہ اللہ تعالی - فرماتے ہیں: سند عالی کی ترجیح کے لئے کوئی عمدہ وجہ سوائے اس کے میرے علم میں نہیں ہے کہ یہ

حدیث کی صحت اور قلت خطا کے زیادہ قریب ہے؛ کیونکہ طالبانِ حدیث پختگی و اتقان میں مختلف ہوتے ہیں، اور اِس زمانہ کے لوگوں میں اکثر پختگی نہیں ہوتی۔

صحت حدیث اور قلتِ خطا بہت بڑا ہدف ہے، محدثین کے نزدیک یہ بہت اہمیت رکھتا ہے، وہ ایسے اسباب اور ذرائع اختیار کرتے ہیں، جس سے حتی الامکان حدیث خلل اور غلطیوں سے محفوظ رہے، اور ان کی کوششیں اسی غرض کے لئے ہوتی ہیں۔

موجودہ دور میں اسناد عالی کے فوائد اور اس سے لاپرواہی کے نقصانات:

سند حدیث کے حوالے سے دو قسم کے زمانے ہیں ایک ماقبل عصر الروایۃ اور ایک بعد عصر الروایۃ، ماقبل عصر الروایۃ کے راویان حدیث کی وجہ سے حدیث صحت اور ضعف کے اعتبار سے متاثر ہو جاتی ہے اور یہ زمانہ کتب حدیث کے مؤلفین کے زمانہ سے پہلے کا زمانہ ہے، یعنی مؤلفین کتب حدیث سے جناب نبی کریم ﷺ تک رجالِ سند ہیں، اور مابعد عصر الراوایۃ کے راویان سے حدیث صحت اور ضعف کے اعتبار سے متاثر نہیں ہوتی، اور یہ زمانہ ہم سے مؤلفین کتب حدیث تک کا زمانہ ہے، اگر ان میں سے کوئی راوی عدل وضبط وغیرہ صفات کے اعتبار سے کمزور ہو تو حدیث پر کوئی فرق نہیں پڑے گا، تاہم کمزوری کے اثرات دوسری طرح سامنے آتے ہیں، راویوں کے ناموں میں غلطیاں، روایات میں تصحیف، احادیث کے مجموعوں کے نسخ اور نقل میں در آنے والی کمزوریاں بہرحال موجود رہتی ہیں جس کے نقصانات بہت ہیں۔

سند عالی کے بہت سارے فوائد ہیں، جو حدیث اور علوم حدیث کا ذوق رکھنے والے کے لئے بہت کچھ ہیں۔

ایک فائدہ یہ ہے جیسا کہ پہلے لکھ چکا ہوں کہ سند عالی کی وجہ سے ہمارے درمیان اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان واسطے کم ہوں گے، عاشق اور معشوق کے درمیان جتنے واسطے کم ہوں گے، عاشق کو اتنی خوشی محسوس ہوگی، اسی طرح اگر ہمارا رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سچا عشق ہوگا تو سند عالی حاصل کرنے کی وجہ سے ہمیں اتنی زیادہ خوشی حاصل ہوگی۔

دوسرا فائدہ یہ ہے کہ سند عالی کی وجہ سے اکابر اور اصاغر کے درمیان فرق ظاہر ہوگا، جس کی سند جتنی عالی ہوگی، ان کو اتنا بڑا مقام دیا جائے گا، سارے لوگ ان کو اکابر میں سے شمار کریں گے، ان کی موجودگی میں دوسرا نااہل شخص اور سند نازل والا شخص مسند حدیث پر نہیں بیٹھ سکے گا۔

موجودہ دور میں سند عالی کا اہتمام نہ کرنے کی وجہ سے بڑے بڑے نقصانات وجود میں آگئے، ان میں سے ایک بڑا نقصان یہ ہوا کہ اکابر اور اصاغر کے درمیان فرق باقی نہ رہا، اصاغر کو اکابر کا درجہ دیا جانے لگا، اکابر کے ہوتے ہوئے اصاغر مسند حدیث پر بیٹھنے لگے، زہد وتقوی، اخلاص واخلاق، علم واستغناء اور اچھی عادات وکردار، اصاغر کی بہ نسبت اکابر میں زیادہ ہیں اگر اکابر مسند حدیث پر بیٹھتے ان کی عادات واطوار اور صفات سے طلبہ کرام زیادہ مستفید ہو جاتے، لیکن اصاغر کے مسند حدیث پر بیٹھنے کی وجہ سے طلبہ کرام اکابر کے عادات وصفات سے محروم ہو گئے۔

پچھلی تاریخ پر اگر نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اکابر کے ہوتے ہوئے اصاغر کو مسند حدیث پر بیٹھنے کی جرأت نہیں ہوتی تھی، اسی طرح اجازتِ حدیث بھی نہیں دے سکتے تھے، ہاں اگر اکابر کا اعتماد حاصل ہوتا، اور وہ خود مہارت اور پختگی کی شہادت دیدیتے، تو دوسری بات تھی، تاہم عموماً بڑوں کے بعد چھوٹوں کو موقع ملتا، اس لئے یہ مقولہ مشہور ہوگیا تھا "كبّرني موت الأكابر" کہ میں تو خود بڑا نہیں تھا؛ لیکن بڑے آدمی کے فوت ہوجانے کی وجہ سے بڑا بنایا گیا۔

دوسرا بڑا نقصان یہ ہوا کہ نااہل لوگ مسند حدیث پر بیٹھنے لگے، ہر کس وناکس اپنے آپ کو درس حدیث کا اہل سمجھ کر حدیث پڑھانے بیٹھ گیا، جس کے نتیجے میں حدیث کا مطلب غلط سمجھ کر خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کردیا، ان جیسے لوگوں سے انکار حدیث کا فتنہ اٹھا، اور جن لوگوں نے ان سے علم حاصل کیا وہ منکرین حدیث بن گئے، یہ سارا کچھ اجازت حدیث اور سند عالی کی اہمیت نہ ہونے کا نتیجہ ہے، جس کو ہم آج بھی بھگت رہے ہیں، نئے نئے سوٹ بوٹ لوگ حدیث پر تحقیق کرنے لگے، عوام کے سامنے حدیث دانی کے دعوے کرنے لگے، اور ان کے حلقے قائم ہوگئے۔

اللہ تعالی ہمیں ان فتنوں سے محفوظ فرمائیں اور ان کے سد باب کے لئے ہر قسم کی جدوجہد کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

اقسام علو سند ونزول سند:

علو اسناد کی دو قسمیں ہیں: (۱)-علو مطلق (۲)-علو نسبی۔

علو مطلق کی تعریف: **القرب من رسول الله ﷺ من حيث العدد بإسناد نظيف غير ضعيف (۴۲).**

علو مطلق یہ ہے عدد رواۃ کے لحاظ سے صحیح سند کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے قریب ہونا ہے، یہ قربت ضعیف سند کے ساتھ نہ ہو۔

یہ پہلی قسم سب سے زیادہ عظمت والی اور بڑی شان والی ہے اور وہ رسول اللہ ﷺ کے قریب ہونا ہے، ایسی صحیح اسناد کے ساتھ جو ضعف سے خالی ہو۔

حافظ امیر المؤمنین فی الحدیث احمد بن علی بن محمد العسقلانی-رحمہ اللہ تعالی-التوفی ۸۵۲ھ نے فرمایا:

فإن اتفق أن يكون سنده صحيحاً كان الغاية القصوى (۴۳).

اگر حدیث کی سند صحیح ہوگی تو یہ انتہائی درجے کی عالی سند ہوگی؛ (کیونکہ اس میں صحت اور علو سند دونوں چیزیں جمع ہوگئیں)۔

اور اگر حدیث کی سند سقیم یا موضوع ہو اور اس کی سند جتنی بھی عالی ہو تو وہ حدیث عالی نہیں کہلائی جائے گی؛ بلکہ اس میں صورتِ علو ہوگی حقیقتِ علو نہیں ہوگی۔

علو کی یہ قسم بہت کم ہے۔

دوسری قسم علو نسبی:

علوم نسبی کی تعریف: **وهو ما يقل العدد فيه إلى ذلك الإمام، ولو كان العدد من ذلك الإمام إلى منتهاه كثيراً (۴۴).**

اگر ایسے امام حدیث تک (جس میں فقاہت، عدالت، ضبط وغیرہ صفات مرجحہ موجود ہوں جیسے شعبہ، امام ابوحنیفہ، امام مالک، سفیان ثوری، امام شافعی، امام بخاری، امام مسلم وغیرہم) رواۃ کی تعداد کم ہو اگرچہ اس کے بعد حضور نبی کریم ﷺ تک رواۃ کی تعداد زیادہ ہو تو اسے علو نسبی کہتے ہیں۔

حاکم نیشاپوری المتوفی ۴۰۵ھ۔ رحمہ اللہ تعالی۔ نے "معرفة علوم الحديث" میں لکھا ہے:

كل إسناد يقرب من الإمام المذكور فيه، فإذا صحت الرواية إلى ذلك الإمام بالعدد اليسير فإنه عالٍ (۴۵).

ہر وہ اسناد جو مذکورہ صفات کے حامل امام کے قریب ہو، جب اس امام تک روایت عدد قلیل کے ساتھ صحیح ثابت ہو جائے تو وہ سند عالی ہوگی۔

علو نسبی کی دوسری صورت:

القرب من كتاب من كتب الحديث المعتمدة كالكتب الستة والمؤطاء ونحو ذلك، حديث رواه البخاری مثلاً، فيأتي أحد الرواة فيرويه بإسناد إلى شيخ البخاری أو شيخ شيخه وهكذا، ويكون رجال الراوی في الحديث أقل عدداً مما لو رواه من طريق البخاری (۴۶).

حدیث کی معتمد کتابوں جیسے کتب ستہ اور مؤطا وغیرہا میں سے کسی کی سند کے اعتبار سے قریب ہونا، مثلاً ایک شخص ایک حدیث کو امام بخاری۔ رحمہ اللہ تعالی۔ کے شیخ سے یا ان کے شیخ الشیخ سے روایت کرتا ہے، اور اس طریق میں امام بخاری۔ رحمہ اللہ تعالی۔ کی طریق کے بنسبت راویان کی تعداد کم ہو جاتی ہے۔

علو نسبی کے اقسام:

علو نسبی کی چار قسمیں ہیں۔

(۱) الموافقه، (۲) الابدال، (۳) المساواة، (۴) المصافحة.

پہلی قسم: الموافقه:

هي الوصول إلى شيخ أحد المصنفين من غير طريقه أي الطريق التي تصل إلى ذلك

المصنف المعین (۴۷).

مؤلفین میں سے کسی کے شیخ تک اس طریق کے علاوہ سے پہنچنا جس سے وہ مؤلف معین پہنچا ہے۔

حافظ عراقی المتوفی ۸۰۶ھ -رحمہ اللہ تعالی- نے "شرح التبصرة و التذكرة" میں موافقہ کی یوں تعریف کی ہے۔

فالموافقة أن يروى الراوى حديثاً فى أحد الكتب الستة بإسناد لنفسه من غير طريقها بحيث يجتمع مع أحد الستة فى شيخه مع علو هذا الطريق الذى رواه منه على ما لو رواه من طريق أحد الكتب الستة (۴۸).

موافقت یہ ہے کہ راوی کتب ستہ کی کسی حدیث کو ان کے طریق کے علاوہ اپنی سند کے ساتھ روایت کرے اس طور پر کہ وہ کتب ستہ کے مصنفین میں سے کسی کے شیخ کے ساتھ مل جائے، لیکن ان کی یہ سند کتب ستہ کی سند سے عالی ہو۔

"نزهة النظر" میں اس کی مثال یہ دی گئی ہے۔

روى البخارى عن قتيبة عن مالك حديثاً، فلو رويناه من طريقه كان بيننا وبين قتيبة ثمانية، ولو رويناه ذلك الحديث بعينه من طريق العباس السراج عن قتيبة مثلاً لكان بنيبنا وبين قتيبة فيه سبعة، فقد حصل لنا الموافقة مع البخارى فى شيخه بعينه مع علو الإسناد إليه (۴۹).

امام بخاری -رحمہ اللہ تعالی- نے "قتيبه عن مالك" سے حدیث روایت کی پس اگر ہم امام بخاری -رحمہ اللہ تعالی- کی اس طریق سے روایت کریں، تو ہمارے درمیان اور قتیبہ کے درمیان آٹھ واسطے بنتے ہیں، اسی روایت کو اگر ہم "ابو العباس سراج عن قتيبة" کی طریق سے روایت کریں تو ہمارے اور قتیبہ کے درمیان سات واسطے رہ جائیں گے؛ کیونکہ اس طریق میں ہمیں امام بخاری -رحمہ اللہ تعالی- کے ساتھ ان کے شیخ میں موافقت نصیب ہوئی، اور سند بھی ان کی سند سے عالی ہوگئی۔

دوسری قسم: البدل:

وهو الوصول إلى شيخ شيخ أحد المصنفين من غير طريقه بعدد أقل مما روى من طريقه عنه (۵۰).

مصنف کی طریق کے علاوہ دوسری طریق سے مصنف کے شیخ تک پہنچنا، جس میں راویان حدیث کی تعداد کم ہو۔

اس کی مثال یہ ہے کہ ایک طریق "البخارى عن قتيبه عن مالك" ہے بعینہ اسی روایت کو اگر "قعنبى عن مالك" کی طریق سے روایت کیا جائے، اب قعنبی بخاری کے شیخ قتیبہ کے بدلے میں آگئے اور ہم امام بخاری -رحمہ اللہ تعالی- کے شیخ کے شیخ امام مالک تک اس طریق سے پہنچ گئے اس سند میں علو کے ساتھ ساتھ بدل بھی پایا گیا لہذا یہ سند عالی ہے بنسبت " البخارى عن قتيبة" کے۔

تیسری قسم: المساواة:

هى استواء عد د الإسناد من الراوى إلى آخره أى الإسناد مع إسناد أحد المصنفين.

مثالہ: یروی النسائی مثلاً حدیثاً یقع بینہ وبین النبی ﷺ فیہ أحد عشر نفساً، فیقع لنا ذلک الحدیث بعینہ بإسناد آخر إلی النبی ﷺ یقع بیننا وبین النبی ﷺ أحد عشر نفساً، فنساوی النسائی من حیث العدد مع قطع النظر عن ملاحظۃ ذلک الإسناد الخاص (۵۱).

مساوات یہ ہے کہ کسی حدیث کو ایسی عالی سند سے روایت کرنا، جو تعداد رجال میں کسی مصنف کی اسی حدیث کی سند کے مساوی ہو، چنانچہ ایک حدیث کو جس طرح امام نسائی -رحمہ اللہ تعالی- نے ایک سند سے روایت کیا، ہم نے بھی ایک عالی سند سے اس کو روایت کیا، جس طرح امام نسائی -رحمہ اللہ تعالی- اور آنحضرت ﷺ کے درمیان گیارہ واسطے ہیں اسی طرح ہمارے اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان بھی گیارہ واسطے ہی ہیں۔ چونکہ ہماری یہ سند امام نسائی -رحمہ اللہ تعالی- کی سند کے مساوی ہوئی، اس لئے علو سند کے علاوہ اس میں مساوات بھی پائی گئی۔

چوتھی قسم: المصافحۃ:

تعریف: وھی استواء عدد الإسناد من الراوی إلی آخرہ مع إسناد تلمیذ أحد المصنفین (۵۲).

مصافحہ یہ ہے کہ کسی حدیث کو ایسی عالی سند سے روایت کرنا، جو تعداد رجال میں اس مصنف کے شاگرد کی سند کے مساوی ہو، مثلاً ایک عالی سند امام نسائی -رحمہ اللہ تعالی- کے شاگرد کی سند کے ساتھ تعداد رجال میں برابر ہو، اس صورت میں گویا ہم نے امام نسائی -رحمہ اللہ تعالی- سے ملاقات کر کے مصافحہ کیا اس لئے اس کا نام مصافحہ رکھا گیا، جب یہ سند عالی ہے تو اس سند کے مقابل سند نازل ہوگی۔

تنبیہات:

تنبیہ نمبر۱: ملا علی القاری المتوفی ۱۰۱۴ھ -رحمہ اللہ تعالی- نے مساوات کے بارے میں لکھا ہے:

لکن لا یخفی علی الأذھان أن ھذہ المساواۃ مفقودۃ فی ھذہ الأزمان (۵۳).

یہ بات مخفی نہیں رہنی چاہیے کہ اس دور میں مذکورہ مساوات مفقود ہے۔

تنبیہ نمبر۲: علامہ سخاوی -رحمہ اللہ تعالی- المتوفی ۹۰۲ھ نے "فتح المغیث" میں المصافحہ کے بارے میں لکھا ہے:

إن المصافحۃ مفقودۃ فی ھذہ الأزمان أیضاً ولکن وقعت لقدماء شیوخنا (۵۴).

مصافحہ والی قسم اس زمانے میں مفقود ہو چکی ہے، پہلے زمانے کے شیوخ کے ہاں یہ قسم موجود تھی۔

تنبیہ نمبر۳: علو اسناد کی یہ مذکورہ پانچ قسمیں ابو الفضل محمد بن طاہر -رحمہ اللہ تعالی- نے ذکر کئے ہیں ابن صلاح -رحمہ اللہ نے ان کی اتباع کی ہے (۵۵)۔

علو بوجه قديم وفاة الشيخ:

علو کی چار قسمیں ہیں: پہلی قسم "علو مطلق" اس کا ذکر گزر گیا، دوسری قسم "علو نسبی" پھر اس کی پانچ قسمیں بن گئیں تھیں ان کا ذکر بھی گزر گیا اب یہ تیسری قسم ہے۔

اس کی صورت یہ ہے کہ ایک آدمی دو شیوخ سے ایک حدیث کی روایت کرتا ہے، ان کی سندیں تعداد رجال میں برابر ہوتی ہیں، لیکن ان دونوں میں سے ایک کا انتقال پہلے ہوتا ہے، تو پہلے انتقال کر جانے والے شیخ کی سند دوسرے شیخ کے مقابلے میں عالی سمجھی جائے گی۔

علامہ نووی - رحمہ اللہ تعالی - نے اپنی کتاب "تقریب النواوی" میں لکھا ہے:

فما أرويه عن ثلاثة عن البيهقي عن الحاكم أعلى مما أرويه عن ثلاثة عن أبي بكر بن خلف عن الحاكم لتقدم وفاة البيهقي عن ابن الخلف (٥٦).

فرماتے ہیں: وہ حدیث جس کو میں تین واسطوں سے ہوتے ہوئے امام بیہقی پھر حاکم سے روایت کرتا ہوں، تو یہ اس حدیث سے عالی ہے، جس کو میں تین واسطوں سے ہوتے ہوئے ابوبکر بن خلف پھر حاکم سے روایت کرتا ہوں؛ کیونکہ امام بیہقی - رحمہ اللہ تعالی - کا انتقال ابن خلف - رحمہ اللہ تعالی - سے پہلے ہوا ہے۔

علو بوجه قديم الاستفادة:

یہ علو اسناد کی چوتھی قسم ہے، اس کی صورت یہ ہوگی کہ کسی شخص نے ایک شیخ سے حدیث سنی، دوسرے شخص نے اس کے بعد سنی، تو پہلے سماع کرنے والے شخص کی سند عالی سمجھی جائے گی، مثلاً دو آدمیوں نے کسی ایک شیخ سے ایک ہی حدیث سنی ہے، ایک نے ساٹھ سال پہلے سنی ہے، اور دوسرے نے چالیس سال پہلے سنی ہے، تو پہلے شخص کی سند دوسرے کے مقابلے میں عالی ہوگی۔

علامہ سیوطی المتوفی ۹۱۱ھ - رحمہ اللہ تعالی - فرماتے ہیں کہ اس کا ثمرہ اس وقت ظاہر ہوگا، جب شیخ پر اختلاط کا زمانہ آ گیا ہو، تو اس صورت میں پہلے سماع کرنے والے شخص کی حدیث اصح اور ارجح کہلائے گی۔

سند کی دوسری قسم: سند نازل:

سند نازل، سند عالی کے مقابل ہے، ہر سند عالی کے مقابلے میں سند نازل ہوگی جس طرح سند عالی کی چار قسمیں بنیں: علو مطلق، علو نسبی، علو بوجہ قدیم وفاۃ الشیخ، علو بوجہ قدیم الاستفادہ، پھر علو نسبی کی پانچ قسمیں بنیں اسی طرح سند نازل کی قسمیں بنتی ہیں۔ کیونکہ قاعدہ ہے " تعرف الاشياء باضدادها " لیکن حاکم نیشاپوری - رحمہ اللہ تعالی - نے اس بات کی تردید کی ہے، چنانچہ وہ فرماتے ہیں:

ولعل قائلاً يقول: النزول ضد العلو، فمن عرف العلو فقد عرف ضده وليس كذلك؛ فإن النزول

مراتب لا يعرفها إلا أهل الصنعة إلى أخر كلامه(۵۷).

شاید کوئی یہ کہے کہ سند نازل، سند عالی کی ضد ہے، جس نے سند عالی کو پہچان لیا، اس نے اس کی ضد یعنی سند نازل کو بھی پہچان لیا، حالانکہ ایسا نہیں ہے؛ کیونکہ سند نازل کے کئی درجات ہیں، جن کو اہل فن ہی پہچان سکتے ہیں۔

حافظ ابن صلاح -رحمہ اللہ تعالی- المتوفی ۶۴۳ھ نے "معرفة أنواع علم الحديث" میں حاکم -رحمہ اللہ تعالی- کے کلام اور جمہور محدثین کے کلام میں یوں تطبیق دی ہے، کہ امام حاکم -رحمہ اللہ تعالی- کا یہ قول اس بات کے منافی نہیں ہے کہ سند نازل سند عالی کے مقابل ہے بلکہ ان کا مطلب یہ ہے کہ سند نازل سند عالی کے پہچاننے سے سمجھ میں نہیں آئے گی بلکہ سند نازل کے کئی مراتب ہیں، جن کو علم حدیث میں مہارت رکھنے والے ہی پہچان سکتے ہیں۔

نقشہ اسناد عالی و نازل:

خاتمہ:

اللہ تعالی نے ہر زمانہ میں دین کے اندر افراط و تفریط کرنے والے لوگوں پر رد کرنے کے لئے عظیم شخصیات کو پیدا فرمایا، ہر زمانہ میں کوئی مجدد ضرور ہوتا ہے، جو دین کی تجدید کرتا ہے، دین کو تحریف شدہ و تصحیف شدہ حالت سے اصلی حالت پر لاتا ہے، یہ اس امت کی امتیازی خصوصیت ہے۔

دین میں افراط و تفریط کرنے سے آدمی سیدھے راستے سے بھٹک جاتا ہے، چاہے پورے دین میں افراط و تفریط کا شکار ہو یا کسی خاص مسئلہ میں، جیسے یہود و نصاری نے حضرت عیسی -علیہ السلام- کے بارے میں افراط و تفریط کی، یہود نے تفریط کرتے ہوئے نعوذ باللہ ولد الزنا کہنا شروع کیا، اور نصاری نے افراط سے کام لیتے ہوئے اللہ تعالی کا بیٹا سمجھ بیٹھے، اور حواریوں نے اعتدال کے راستے کو اپناتے ہوئے اللہ تعالی کے نبی برحق ہونے کو تسلیم کیا۔

اسی طرح ہر دور میں تین طرح کی جماعتیں بنتی ہیں افراط کرنے والے، تفریط کرنے والے اور اعتدال کے ساتھ چلنے والے، اس دور میں بھی یہ جماعتیں نظر آتی ہیں، بریلوی حضرات حضور ﷺ کی محبت میں غلو اور افراط میں اس درجے تک پہنچ گئے کہ انہوں نے جناب رسالت مآب ﷺ کو اللہ تعالی کی وہ صفات جو مخلوق کے مناسب نہیں ہیں دینے لگیں، رسول اللہ ﷺ کو مختار کل، اور عالم الغیب تصور کرنے لگیں، دوسری طرف نام نہاد اہل حدیث، غیر مقلدین اور ان کے ہم نوا فرقہ مماتی رسول اللہ ﷺ کے حق میں تفریط کرتے ہوئے روضۂ اطہر میں جسد عنصری کی حیات کا انکار کرنے لگیں، ان کے مقابلے میں اعتدال پر رہنے والے، اہل سنت والجماعت کے صحیح ترجمان دیوبندی حضرات نے رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالی کی صفات دیئے بغیر روضۂ اطہر میں جسد عنصری کی حیات کے قائل ہیں۔

اسی طرح مسئلہ توسل میں بریلوی حضرات فوت شدہ اللہ کے نیک بندوں کو اللہ کے سامنے وسیلہ بنا کر ان ہی نیک بندوں کو

مشکل کشا اور حاجت روا سمجھتے ہیں، یہ ان حضرات کی افراط کا نتیجہ ہے، دوسری جانب غیر مقلدین حضرات اور ان کے ہم نوا فرقہ مماتی تفریط کر کے ان کے توسل کے منکر ہوئے، اہل سنت والجماعت میانہ روی کا راستہ اختیار کر کے ان کو صرف سبب کے طور پر مانتے ہوئے توسل کے قائل ہیں۔

الغرض افراط وتفریط کی وجہ سے دین کا حلیہ ہی بگڑ جاتا ہے، دین اپنی اصلی حالت میں باقی نہیں رہتا افراط وتفریط کرنے والے دونوں گروہ سیدھی راہ پر نہیں چل سکتے، اللہ تعالیٰ ہمیں افراط وتفریط سے بچائے رکھے۔

ایک زمانہ ایسا تھا کہ اسنادعالی کے حصول میں افراط سے کام لیا جاتا تھا، حتی کہ اس کی وجہ سے دین کے اہم کاموں کو ترک کر دیا جاتا تھا، زمانہ گزرتے گزرتے حالت یہاں تک پہنچ گئی، کہ اب اسنادعالی کے حصول میں تفریط سے کام لیا جاتا ہے، پوری دنیا میں بہت تھوڑے سے لوگ ایسے رہ گئے ہیں، جو سند عالی کے حصول کے لئے خود بھی کوشش کرتے ہیں، اور دوسروں کو بھی اس کے لئے تیار کرتے ہیں۔

حصولِ اسنادعالی میں تفریط کی حالت دیکھ کر استاد محترم نے فرمایا: کہ اسنادعالی کی اہمیت اور اس سے لاپرواہی برتنے کے نقصانات وغیرہ عنوانات پر مفصل مضمون لکھا جائے ان کی تعمیل حکم میں یہ مختصر سا مضمون تیار کیا گیا۔

جس میں سند عالی وسند نازل کا تعارف کیا گیا ہے، احادیث نبویہ اور صحابہ کرام کے طرز عمل سے طلب علو اسناد کی اہمیت پر روشنی ڈالی گئی ہے علو اسناد کی مدح اور نزول اسناد کی مذمت کے بارے میں اقوال سلف کو تحریر میں لایا گیا ہے، سند نازل کو جن وجوہات سے ترجیح دی گئی ہے ان وجوہات کو مختلف کتابوں سے نقل کر کے درج کر دیا گیا ہے، ان روایات کو ذکر کیا گیا ہے جن میں حصول سند عالی کے امکان کے باوجود سند نازل پر اکتفاء کرنے کا ثبوت ملتا ہے، جن حضرات نے مطلقاً سند نازل کو ترجیح دی ہے ان کی غلط فہمی کا ازالہ کیا گیا ہے، موجودہ دور میں اسنادعالی کے فوائد اور اس سے لاپرواہی برتنے کے نقصانات کا مختصر سا نقشہ کھینچا گیا ہے، علوم حدیث کی مختلف کتابوں سے اسنادعالی اور اسناد نازل کی اقسام کو مختصر طریقے سے لکھا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ اس حقیر سی کاوش کو قبول فرمائیں، اور میرے لئے اور تمام مسلمانوں کے لئے نفع بخش بنادیں۔

حوالہ جات:

(۱) مقدمه صحيح مسلم: ۱/ ۱۵.

(۲) الأجوبة الفاضلة للأسئلة العشرة الكاملة: ص: ۲۱، ۲۲، تحقيق: عبد الفتاح أبو غده، ناشر: مكتب المطبوعات الإسلامية.

(۳) الأجوبة الفاضلة للأسئلة العشرة الكاملة: ص: ۲۳.

(۴) شرح شرح نخبة الفكر: ملا على القارى: ص: ۶۱۷، ناشر: قديمى كتب خانه.

(۵) معرفة علوم الحديث: ص: ۲۰۵، حاكم نيشاپورى، تحقيق: سيد معظم حسين، ناشر: دار الكتب

العلمية بيروت ، لبنان.

(٦) فتح المغيث بشرح ألفية الحديث للعراقى: ٣/ ٣٣٢، بحث العالى والنازل، حافظ سخاوى، تحقيق: على حسين على، ناشر: مكتبة السنة.

(٧) فتح المغيث: ٣/ ٣٣٣.

(٨) فتح المغيث : ٣/ ٣٣٣.

(٩) فتح المغيث بشرح ألفية الحديث : ٣/ ٣٣٤.

(١٠) فتح المغيث : ٣/ ٣٣٤.

(١١) توجيه النظر إلى أصول الأثر، الشيخ طاهر الجزائرى: ٢/ ٧٢٠، ٧٢١، تحقيق: عبد الفتاح أبو غده، ناشر: مكتب المطبوعات الإسلامية.

(١٢) معرفة علوم الحديث: ص: ٧.

(١٣) معرفة علوم الحديث: ص: ٧، ٨.

(١٤) الجامع لأخلاق الراوى وآداب السامع، الحافظ خطيب البغدادى: ١/ ١٢٠، تحقيق: الدكتور محمود الطحان، ناشر: مكتبه المعارف للنشر والتوزيع.

(١٥) الجامع لأخلاق الراوى وآداب السامع: ١/ ١٢٠، ١٢١.

(١٦) الجامع لأخلاق الراوى وآداب السامع: ١/ ١٢١.

(١٧) الجامع لأخلاق الراوى وآداب السامع: ١/ ١٢١.

(١٨) الجامع لأخلاق الراوى وآداب السامع: ١/ ١٢٢.

(١٩) الجامع لأخلاق الراوى وآداب السامع: ١/ ١٢٢.

(٢٠، ٢١، ٢٢) الجامع لأخلاق الراوى وآداب السامع: ١/ ١٢٣.

(٢٣) الجامع لأخلاق الراوى وآداب السامع: ١/ ١٢٣.

(٢٤) الجامع لأخلاق الراوى وآداب السامع: ١/ ١٢٣، ١٢٤.

(٢٥) تدريب الراوى فى شرح تقريب النووى ، جلال الدين: ٢/ ٦٢٠، تحقيق: أبو قتيبه نظر محمد الفريابى، ناشر: دار طيبه.

(٢٦) شرح التبصرة والتذكرة: ٢/ ٦٠، بحث العالى والنازل، زين الدين عبد الرحيم بن الحسين العراقى،

تحقیق: عبد اللطیف الهمیم والشیخ ماهر یسین فحل، ناشر: دار الکتب العلمیة، بیروت – لبنان، الطبعة الأولى: ۱۴۲۳ھ – ۲۰۰۲م.

(۲۷) الاقتراح فی بیان الاصطلاح، ابن دقیق العید: ص: ۲۶۷، تحقیق: الدکتور عامر حسن صبری، ناشر: دار البشائر الإسلامیه، بیروت – لبنان.

(۲۸) تدریب الراوی: ۲/ ۶۲۰.

(۲۹) معرفة أنواع علم الحدیث، ابن الصلاح: ص: ۳۶۸، تحقیق: الشیخ ماهر یسین الفحل، ناشر: دارالکتب العلمیة، بیروت – لبنان.

(۳۰) الباعث الحثیث شرح اختصار علوم الحدیث : ص: ۱۲۳، احمد محمد شاکر، ص: ۱۲۰، ناشر: مؤسسة التاریخ العربی، بیروت – لبنان.

(۳۱، ۳۲) الجامع لأخلاق الراوی وآداب السامع: ۱/ ۱۲۳.

(۳۳) فتح المغیث بشرح ألفیة الحدیث۳/ ۳۶۱، ۳۶۲.

(۳۴) معرفة أنواع علم الحدیث: ص: ۳۶۴.

(۳۵) (۳۶) الجامع لأخلاق الراوی وآداب السامع: ۱/ ۱۱۷، ۱۱۸.

(۳۷) (۳۸) الجامع لأخلاق الراوی وآداب السامع: ۱/ ۱۱۹، ۱۲۰.

(۳۹) شرح شرح نخبة الفکر: ص: ۶۲۱، ۶۲۲.

(۴۰) الاقتراح فی بیان الاصطلاح: ص: ۲۶۷.

(۴۱) الاقتراح فی بیان الاصطلاح: ص: ۲۶۶.

(۴۲) شرح التبصرة والتذکرة، زین الدین العراقی: ۲/ ۶۱.

(۴۳) نزهة النظر فی توضیح نخبة الفکرفی مصطلح أهل الأثر: ص: ۱۱۲، تحقیق: نور الدین عتر، ناشر: الرحیم اکیڈمی کراچی – پاکستان، الطبعة الثالثة: ۱۴۲۱ھ.

(۴۴) نزهة النظر فی توضیح نخبة الفکر: ص: ۱۱۴.

(۴۵) معرفة علوم الحدیث: ص: ۱۱.

(۴۶) الثلاثیات فی الحدیث النبوی: ص: ۲۷.

(۴۷) نزهة النظر فی توضیح نخبة الفکر فی مصطلح أهل الأثر: ص: ۱۱۴.

(۴۸) شرح التبصرة والتذكرة: ۲/۶۳.

(۴۹) نزهة النظر فی توضیح نخبة الفكر: ص: ۱۱۴.

(۵۰) الثلاثیات فی الحدیث النبوی: ص: ۲۸.

(۵۱) نزهة النظر فی توضیح نخبة الفكر، ص: ۱۱۵.

(۵۲) الثلاثیات فی الحدیث النبوی: ص: ۲۹.

(۵۳) شرح شرح نخبة الفكر، ص: ۲۲۷.

(۵۴) فتح المغیث بشرح ألفیة الحدیث ۳/ ۳۵۰.

(۵۵) شرح التبصرة والتذكرة: ۲/ ۶۰.

(۵۶) تقریب النووی بشرح تدریب الراوی: ۲/ ۶۱۴، تحقیق: أبو قتیبه نظر محمد الفریابی، ناشر: دار طیبه.

(۵۷) معرفة علوم الحدیث: ص: ۱۲.

اھل علم کی دلچسپی کے لئے مجلس التحقیق الفقھی کے مجلات

زیرِ ادارت: مولانا سید نسیم علی شاہ

(1) سہ ماہی " المباحث الاسلامیہ " (اُردو) :

سائنس وٹیکنالوجی کے تحقیقات وایجادات سے پیش آنے والے مسائل کا فقہی حل

اہم اور جدید مسائل پر مشتمل علمی، تحقیق کا حامل اور فکرِ اسلامی کا ترجمان

صفحات: 136 زرِ تعاون سالانہ: 240 روپے

(2) ششماہی " البحوث الاسلامیہ " (عربی) :

اہم اور جدید مسائل پر مشتمل پاکستان اور عالم اسلام کے جید علماء کی علمی تحقیق (عربی زبان میں)

صفحات: 136 زرِ تعاون: 200 روپے

برائے رابطہ: ناظم دفتر مجلس التحقیق الفقھی

جامعہ المرکز الاسلامی پاکستان ڈیرہ روڈ بنوں

فون: (3 Line) 0092-928-331351 فیکس: 331355